الأربعون الوِلدانية چالیس حدیثیں برائے اطفال

زیرِ نظر کتاب

نبی کریم ﷺ کی چالیس احادیث پر مشتمل ایک حسین مجموعہ ہے، جسے عالم عرب کے ایک نامور عالم دین فضیلة الشیخ محمد بن سلیمان المُھنّا حفظہ اللہ نے مختصر شرح کے ساتھ مدون کیا ہے۔ دراصل فاضل مؤلف حفظہ اللہ نے یہ کتاب بچوں کے لیے ترتیب دیا ہے تاکہ ہمارے بچے احادیث کی اہمیت کو سمجھیں اور نبی کریم ﷺ کی ان جامع احادیث کو یاد کرسکیں اور پھر ان میں موجود تعلیمات کو اپنی زندگی میں داخل کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل مؤلف حفظہ اللہ نے خود ہی حدیث کی شرح نہایت اختصار کے ساتھ پیش کی ہے تاکہ بچوں کو سمجھنے میں آسانی رہے اور وہ ان احادیث کے مفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کرسکیں۔ کہنے کو تو یہ کتاب بچوں کے لیے ہے، مگر سبھی عمر کے لوگوں کے لیے یہ کتاب نفع بخش ہے اور ہر شخص کو ان تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

Published By

Maktaba Al-Salam

Antari Bazar, Shohratgarh, Siddhart Nagar {U.P.}
India 272205

تفصیل کتاب

نام کتاب.............. الأربعون الوِلدانیہ (چالیس حدیثیں برائے اطفال)

تالیف.................................. محمد بن سلیمان المھنا

اردو ترجمہ.................................... شفیق الرحمٰن ضیاء اللہ مدنیؔ

کمپوزنگ.. ابو فہد سنابلیؔ

ناشر..........مکتبة السلام انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

سن اشاعت..جون ۲۰۲۰ء

تعداد اشاعت..ایک ہزار

صفحات.. ۱۲۰

ملنے کے پتے

☆ مکتبة السلام انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

☆ جمعیت اہل حدیث حلقہ کواپور، بلرام پور، یوپی، انڈیا

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین، امابعد :

رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے الفت و محبت ایمان کی نشانی ہے، ایک مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اپنی جان و مال اور دیگر تمام چیزوں سے بڑھ کر محبت نہ کرنے لگے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی پوری زندگی نبوی تعلیمات کے مطابق گزاریں اور آپ کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنائیں۔ اسی جذبے کے تحت نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی احادیث کی نشر و اشاعت کی جاتی ہے اور زندگی کے تمام شعبہ جات سے متعلق مختلف و متنوع موضوعات پر علمائے کرام نے دنیا کی تمام زبانوں میں احادیثِ نبویہ کا حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی چالیس احادیث پر مشتمل ایک حسین مجموعہ ہے، جسے عالم عرب کے ایک نامور عالمِ دین نے مختصر شرح کے ساتھ مدون کیا ہے۔ دراصل مؤلف حفظہ اللہ نے یہ کتاب بچوں کے لیے ترتیب دیا ہے تاکہ ہمارے بچے ان احادیث کو یاد کر سکیں اور پھر ان میں موجود تعلیمات کو اپنی زندگی میں داخل کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کی شرح نہایت اختصار کے ساتھ کی گئی ہے تاکہ بچوں کو سمجھنے میں آسانی رہے اور وہ ان احادیث کے مفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کر سکیں۔ کہنے کو تو یہ کتاب بچوں کے لیے ہے، مگر سبھی عمر کے لوگوں کے لیے یہ کتاب نفع بخش ہے اور ہر شخص کو ان تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اردو داں حلقہ کے لیے

کتاب کی ترجمانی فضیلۃ الشیخ شفیق الرحمٰن ضیاء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے انجام دیا ہے، موصوف کو ترجمانی کا اچھا تجربہ حاصل ہے، آپ نے کئی عربی کتابوں اور مختلف دینی موضوعات کو اردو زبان میں ڈھالا ہے، اپنے تجربہ کے مطابق محترم نے ترجمہ کے لیے آسان اور شستہ اسلوب اپنانے کی کوشش کی ہے اور الحمد للہ اپنی کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی ہیں۔

اللہ رب العزت کا شکر واحسان ہے کہ مذکورہ کتاب کی اردو ایڈیشن کی اشاعت کا سہرا مکتبۃ السلام کو حاصل ہو رہا ہے، جو مکتبہ کی تیسری پیش کش ہے۔ ہم نے کتاب کو صوری اور معنوی ہر اعتبار سے بہتر اور نفع بخش بنانے کی کوشش کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العالمین کتاب کو قبولیتِ عام عطا فرما کر اسے نفع بخش بنائے، طلبہ وطالبات کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے، اور اس کتاب کو مؤلف، مترجم، ناشر اور دیگر سبھی معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم کتاب وسنت

محبوب عالم عبد السلام سلفیؔ

مدیر: مکتبۃ السلام انتری بازار، سدھارتھ نگر، انڈیا

10/06/2020

عرضِ مُترجم

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على نبينا محمد، وعلى آله، وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد:

محترم قارئین!

زندگی کے لمحات میں سب سے بہترین اور قیمتی وقت وہ ہے، جسے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی تعلیم و تعلم اور اس کی تالیف و تصنیف میں گزارا جائے۔ اور نہایت ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں اللہ رب العالمین اس بات کی توفیق دے۔

اور دینی علوم میں کتب حدیث کی تالیف و تصنیف، اس کی نشر و اشاعت اور اس کی توضیح و تشریح نہایت بابرکت اور عظیم ترین کام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے کتبِ حدیث میں صحاح، سنن، مسانید، معاجم، مصنفات، جوامع اور اجزاء وغیرہ کے نام سے متعدد کتابیں اور ان کی شروحات تصنیف فرمائیں نیز خدماتِ حدیث میں سے "اربعین احادیث"[1] کے نام سے مختلف موضوعات

---

(1) واضح رہے کہ اربعین حدیث کی فضیلت میں وارد ساری روایتیں ضعیف ہیں، البتہ متقدمین و متاخرین علمانے اس سلسلہ میں بہت ساری کتابیں تالیف کیں ہیں، لہذا اربعین کی فضیلت کا اعتبار کیے بغیر، مطلق احادیث کے سننے، حفظ کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے سے متعلق صحیح حدیث میں وارد ثواب کی نیت سے تالیف کرنا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (مترجم)

پر تالیف وتصنیف کا زریں سلسلہ بھی ہے، جو امام ابن مبارک رحمہ اللہ سے شروع ہوا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں "اربعین نوویہ" کو جو مقام وشہرت حاصل ہوئی، وہ کسی اور کتاب کے حصے میں نہ آسکی۔[2]

زیرِ نظر کتابچہ ((الأربعون الولدانية)) یعنی "چالیس حدیثیں برائے اطفال"، سعودی عرب کے مشہور عالم دین، شرعی وکیل اور سعودی عدالتی سائنسی سوسائٹی کے ممبر (Society member of the Saudi Judicial Scientific) فضیلۃ الشیخ محمد بن سلیمان المھنا حفظہ اللہ کی تالیف لطیف ہے، جس میں مختلف موضوعات (عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور آداب وغیرہ) سے متعلق چالیس صحیح احادیث کو مختصر اور مفید شرح کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔[3]

---

(2) اور یہ شاید مؤلف کے اخلاص اور حُسن نیت کا ہی نتیجہ ہے، کہ معمولی کتابچہ کو پوری دنیا میں اس قدر مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی کہ ہر منبر و محراب، مساجد و مدارس اور کتب خانے کی زینت بن گئی۔ سچ کہا امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہ: (رُبَّ عملٍ صغيرٍ تُعظِّمه النِّيَّةُ، ورُبَّ عملٍ كبيرٍ تُصغِّرُه النِّيَّةُ) [أورده ابنُ أبي الدُّنيا في «الإخلاص والنِّيَّة» ص : 73] "بہت سے ایسے چھوٹے اعمال ہیں، جنھیں نیت بڑا بنا دیتی ہے اور کتنے ہی ایسے بڑے اعمال ہیں جنھیں نیت چھوٹا بنا دیتی ہے۔" (مترجم)

(۳) البتہ اردو ترجمہ میں ہر حدیث کا مناسب عنوان قائم کرکے راویان کا مختصر تعارف بھی پیش کردیا گیا ہے، تاکہ حدیث کے بارے میں مکمل جان کاری ہوسکے۔

کتاب دراصل چھوٹے بچوں کے لیے تالیف کی گئی ہے تاکہ وہ ان احادیث کو آسانی سے یاد کرسکیں اور ان کے معانی و مفاہیم کا ادراک کرسکیں اور ان احادیث کے ذریعہ مسابقے کرانے میں بھی آسانی رہے، اسی لیے بچوں کے معیار اور مستویٰ کا خیال رکھتے ہوئے چھوٹی چھوٹی احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے، بلکہ بعض مُطوّل احادیث کو مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور پھر ان کی مختصر اور جامع شرح کی گئی ہے۔ البتہ چھوٹے بڑے سبھی لوگوں کے لیے اس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا اور ہر عمر کے لوگوں کے لیے یہ نفع بخش ہے۔

کتاب کی مذکورہ بالا خصوصیات کی وجہ سے میرے ہم سفر علمی ساتھی ڈاکٹر عبد العزیز السلمی حفظہ اللہ نے مجھ سے اسے اردو قالب میں ڈھالنے کی پیش کش کی تاکہ اردو خواں طلبہ بھی اس سے استفادہ کرسکیں۔ ناچیز نے اسے اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھا اور اس ذمہ داری کو قبول فرمایا۔

کتاب کے ترجمہ میں آسان، عام فہم اور شستہ اسلوب اپنایا گیا ہے تاکہ قارئین اور بالخصوص چھوٹے بچوں کو اسے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔ اسی طرح کتاب کے ترجمہ میں حتی المقدور مؤلف کے مقصود اور عبارت کی رعایت کی گئی ہے اور اسے عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مگر اس کے باوجود بھی کمی کا امکان ہے، کیوں

کہ کمال صرف اللہ عزوجل کا خاصہ ہے۔ میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوں اس کا فیصلہ قارئین اور اہلِ علم ہی فرمائیں گے۔

لہذا قارئینِ کرام بالخصوص اہلِ علم سے بصد احترام گزارش ہے کہ اگر ترجمہ میں کہیں کوئی کمی اور سقم نظر آئے تو براہ کرم خاکسار کو مطلع فرماکر عند اللہ ماجور ہوں تاکہ اس کمی کو دور کیا جاسکے۔

میں اس ترجمہ کی تکمیل پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی تحمید و ثنا بیان کرتا ہوں کہ اسی کی توفیق سے ترجمے کا یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اور حدیثِ نبوی ﷺ: ''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر نہیں کرتا۔'' [4] کے مطابق ان تمام احباب و اخوان اور معاونین کا شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے اس کتاب کی تیاری اور اس کی اصلاح میں اپنا تعاون فرمایا، اوراپنے گراں قدر مشوروں سے نوازا، اور بالخصوص مولانا جمشید عالم عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کا شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے ترجمہ کو نہایت عرق ریزی سے، جستہ جستہ، از اول تا آخر پڑھا اوراس کے نوک پلک کو سنوارا۔

(4) صحیح سنن ابی داود (رقم:۴۸۱۱)

رب کریم سے میری دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے نفع کو عام کرے اور اسے فاضل موئلف، مترجم، مراجعین، والدین، جملہ اساتذۂ کرام اور اس کی نشر و اشاعت میں تعاون کرنے والے تمام احباب کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین!

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

۲۵ رمضان المبارک، ۱۴۴۱ھ

طالبِ دُعا:

ابو فیصل ضیاء اللہ مدنی

(abufaisalzia@yaoo.com)

پیش لفظ (از مؤلّف)

الحمدُ لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبيِّنا محمَّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين، أمَّابعد :

علمائے کرام نے "اربعین" کے موضوع پر بہت ساری کتابیں تالیف کی ہیں، جن میں سب سے مشہور "الأربعون النوویہ" ہے۔

یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی چالیس احادیث پر مشتمل ہے، جسے امام نووی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے، تاکہ طالب علم انھیں یاد کر سکیں اور ان کے معانی کو سمجھ سکیں۔

اسی طرح چالیس حدیثوں پر مشتمل کتابوں میں سے:

ہروی کی "الأربعین فی دلائل التوحید"، ابن المفضل کی "الأربعین الالٰہیہ" اور ابن عساکر کی "الأربعین البلدانیہ" ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں۔

مجھ پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ میں نے چھوٹی اور مختصر احادیث میں سے چالیس حدیثوں کو مختلف شرعی موضوعات کے تحت جمع کیا ہے، تاکہ اسے ہمارے بچے اور بچیاں یاد کریں اور اس کی سمجھ حاصل کریں۔

میں نے اس کتاب کا نام ”الاربعین الوِلدانیہ“ (چالیس حدیثیں برائے اطفال)

رکھاہے۔اور یہ تمام ایسی صحیح احادیث ہیں، جنھیں امام بخاری اورامام مسلم جیسے جلیل

القدر ائمہ نے متفقہ طور پر روایت کیاہے یاان دونوں اماموں میں سے کسی ایک نے

روایت کیاہے۔ اللہ ان دونوں پر رحمت کی برکھانازل فرمائے۔

میں نے ممکن حد تک اختصار اور وضاحت کے پہلو کی رعایت کرتے ہوئے

”اربعین وِلدانیہ“ کی ہر حدیث کی ایسی مختصر وجامع شرح بیان کی ہے کہ اس سے

حدیث کا مقصود واضح ہو جائے۔

مجھے بڑی امید ہے اور میری شدید خواہش ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قبولِ

حسن عطا فرماکر لوگوں کے اندر اس کی قبولیت کو عام فرمادے کہ وہ اسے یاد کریں،

سبق در سبق اسے پڑھیں، شخصی اور اجتماعی طور پر اس کا مطالعہ کریں،اس کے ذریعہ

مسابقے کرائیں نیز مساجد ومدارس،گھروں اور محفلوں میں اسے دہرائیں۔

اے میرے مالک! ہمیں نفع بخش علم، عملِ صالح اور دائمی توفیق عطا فرما۔

درود وسلام اور برکتیں نازل ہوں ہمارے نبی محمد (ﷺ) پر۔

محمد بن سلیمان بن عبد اللہ المھنّا

ریاض، مملکت سعودی عرب

موبائل نمبر:۰۰۹٦٦۵۰۵۴۹۰۵۲۵

ٹوئٹر: @almohannam

ای میل: almohannam.m@gmail.com

تنبیہ: میں نے کتاب کے خاتمہ (ص:107) پر چھ اہم اشارات ذکر کیے ہیں، براہ کرم! اسے دیکھنے کی زحمت کریں۔

"احادیث اربعین ولدانیہ" کا مکمل عربی متن، کتاب کے آخر میں (ص:109) پر موجود ہے۔

عَنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما [5] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، (بیت اللہ کا) حج کرنا اور (ماہِ) رمضان کا روزہ رکھنا۔" متفق علیہ [6]

تشریح:

---

(5) عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بڑے زاہد، اتباعِ سنّت کے بے حد حریص اور وسیع علم رکھنے والے صحابی ہیں، بچپن ہی میں اسلام قبول کیا، مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کیا اور پہلی مرتبہ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے، چھیاسی سال کی عمر پاکر ۷۳ھ میں مکہ مکرمہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی اور ذی طویٰ نامی جگہ میں دفن ہوئے۔ آپ سے دو ہزار چھ سو تیس حدیثیں مروی ہیں۔

(6) متفق علیہ یعنی جس کی روایت پر بخاری اور مسلم نے اتفاق کیا ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ دین اسلام میں پانچ ایسے امور ہیں، جو سب سے اہم اور سب سے واجب ہیں۔ انہی امور کو "ارکانِ اسلام" کہا جاتا ہے۔ اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا رکن: لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینا۔ یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ رکن تمام رکنوں میں سب سے بڑا ہے۔ لہذا جس نے شہادتین (لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ) کو زبان سے ادا کیا اور دل سے اس پر ایمان لایا تو وہ دین اسلام میں داخل ہو گیا۔

دوسرا رکن: نماز قائم کرنا۔ (شہادتین کے بعد) نماز اسلام کے ارکان میں سے ایک عظیم رکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کو شہادتین کے فوراً بعد ذکر فرمایا۔

تیسرا رکن: زکاۃ ادا کرنا۔ زکاۃ مال کا ایک مخصوص مقدار ہے، جسے شریعت نے متعین کیا ہے، مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اسے فقراء اور مساکین وغیرہ میں سے مستحق لوگوں کو دیں۔

چوتھا رکن: رمضان کا روزہ رکھنا۔ مسلمان پر پورے ماہ رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہے، سوائے ان معذور لوگوں پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے کہ جنھیں ان کے عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

پانچواں رکن: بیت اللہ الحرام کا حج کرنا۔ حج انسانی زندگی میں صرف ایک بار واجب وضروری ہے اور یہ اس شخص پر واجب ہے، جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

یہ وہ ارکان ہیں، جن پر دینِ اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ ان ارکان کے احکام و آداب کی تفصیلات عقائد اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ، قَالَ : ((الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ [7] سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ سے کبائر (یعنی بڑے گناہ) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کا (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔“ متفق علیہ

تشریح:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے ہمیں چار ایسے امور کے بارے میں خبر دی ہے، جو کبائر اور بڑے گناہوں میں سے ہیں۔ حدیث میں نبی ﷺ نے جن کبائر کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ مندرجہ ذیل چار ہیں:

---

(7) آپ ابو حمزہ انس بن مالک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ معروف خادم رسول ﷺ ہیں، نبی کریم ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے خادم رہے، والدہ کا نام ام سُلیم ہے، بچپن ہی میں اسلام قبول کیا، آپ سے ۲۲۸۶ حدیثیں مروی ہیں، سو سال کی عمر پا کر ۹۱ یا ۹۳ھ میں بصرہ کے اندر وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

پہلا بڑا گناہ: اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ یہ سب سے بڑا گناہ اس لیے ہے، کیوں کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ایسا جرم ہے جو مسلمان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اسے کفر میں داخل کر دیتا ہے اور ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہنے کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّهُۥ مَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ ٱلۡجَنَّةَ وَمَأۡوَىٰهُ ٱلنَّارُۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ أَنصَارٖ﴾[المائدہ:۷۲]

ترجمہ: ”یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔“

دوسرا بڑا گناہ: والدین کی نافرمانی کرنا۔ والدین کی نافرمانی میں یہ ساری باتیں شامل ہیں: انھیں چھوڑ دینا اور ان سے قطع تعلق کر لینا، ان کے ساتھ تُو تکار کرنا یا افعال و کردار کے ذریعہ انھیں ستانا، ان کی فرماں برداری نہ کرنا اور ان کے ساتھ مختلف طرح سے بد سلوکی کرنا۔ وغیرہ

تیسرا بڑا گناہ: کسی جان کا (ناحق) قتل کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا بڑا گناہ ہے اور یہ اللہ کی ناراضی کا سبب ہے اور آگ (جہنم) میں داخل ہونے کا بھی سبب ہے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ [النساء:٩٣]

ترجمہ: "اور جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ ناراض ہو گا، اور اللہ نے اس کی لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔"

چوتھا بڑا گناہ: جھوٹی گواہی دینا۔ الزُّور جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ جو کوئی شخص کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا ہے تو وہ مکروہ اور ناپسندیدہ بات کہتا ہے اور بڑے گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

اس لیے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ہر چیز میں سچائی کو اختیار کریں۔ سچائی کی صورتوں میں سے ایک صورت گواہی دیتے وقت سچ بولنا بھی ہے، لہٰذا جب کسی سے کسی چیز کے بارے میں گواہی طلب کی جائے، چاہے عدالتوں میں ہو یا اس کے علاوہ کہیں اور ہو تو اسے حق اور سچائی کے ساتھ گواہی دینی چاہیے۔

اور جھوٹ بولنے اور جھوٹی گواہی دینے سے بچنا چاہیے تاکہ وہ بڑے گناہوں میں سے کسی بڑے گناہ میں واقع نہ ہو۔

☆☆☆

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما[8] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے (دوسرے مسلمان) محفوظ رہیں۔" متفق علیہ

تشریح:

مسلمان کبھی پختہ اسلام والا ہوتا ہے اور کبھی کمزور اسلام والا ہوتا ہے، جس طرح مومن بسا اوقات ایمان میں مضبوط ہوتا ہے اور کبھی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔

پس جو مسلمان اسلام میں پختہ اور کامل و مکمل ہو، وہی سچا مسلمان ہے اور اس کا اسلام حقیقی اسلام ہے، جسے اللہ پسند کرتا ہے اور جس سے راضی ہوتا ہے۔

---

(8) عبد اللہ بن عمرو بن عاص بن وائل قریشی بڑے عابد وزاہد اور متبحر علم کے صحابی ہیں، آپ کا نسب نامہ کعب بن لوی پر جا ملتا ہے، اپنے والد سے صرف تیرہ برس چھوٹے ہیں اور ان سے پہلے اسلام قبول کیا، آپ سے بکثرت احادیث مروی ہیں، ۶۳ھ یا ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ تقریباً سات سو حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ بے شک حقیقی مسلمان وہ ہے، جو اپنی زبان اور ہاتھ کو محفوظ رکھے اور اپنی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو تکلیف نہ دے، نہ انھیں گالی دے اور نہ ان کی غیبت کرے اور نہ انھیں زبان سے تکلیف دے، نہ انھیں مارے اور نہ ان کی بے ادبی کرے اور نہ ان کی شان میں کوئی گستاخی کرے اور نہ اپنے ہاتھ سے ان پر کوئی زیادتی کرے۔

یہ اس شخص کی صفات ہیں، جس کا اسلام مکمل ہو۔ اور مکمل ہونے کا مطلب یہ کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ اور جو کوئی مسلمانوں کو اپنی زبان یا اپنے ہاتھ سے تکلیف دے تو وہ اسلام میں ناقص اور ایمان میں کمزور ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک محبوب وپسندیدہ نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [9] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب امانت دی جائے تو خیانت کرے۔" متفق علیہ

تشریح:

منافقین اللہ کی بدترین مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُن کے اخروی حالت کے بارے میں باخبر کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

[إِنَّ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ فِي ٱلدَّرۡكِ ٱلۡأَسۡفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيرًا]

[النساء:۱۴۵]

---

(9) آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ یا عبد الرحمان ہے، اپنی کنیت ابوہریرہ سے مشہور ہیں، آپ کا تعلق یمن کے قبیلہ دوس سے ہے، آپ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن سے سب سے زیادہ احادیثِ نبوی ہم تک پہنچی ہیں، سن ۷ھ میں فتح خیبر کے سال اسلام لائے اور اٹھتر سال کی عمر پاکر ۵۹ھ میں مدینہ کے اندر وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ آپ سے تقریباً ۵۳۷۴ حدیثیں مروی ہیں۔

ترجمہ: ”منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے۔“

اس حدیث میں نبی ﷺ نے ہمارے لیے منافق کی تین علامتیں اور نشانیاں بیان کی ہیں تاکہ ہم ان خصلتوں سے دوری اختیار کرسکیں اور بچ سکیں: پہلی نشانی: جھوٹ بولنا، دوسری نشانی: وعدہ خلافی کرنا، تیسری نشانی: امانت میں خیانت کرنا۔

مذکورہ تینوں صفتیں منافق کی صفات میں سے ہیں۔

مومن وہ ہے کہ جب بات کرے تو سچ بولے اور جھوٹ نہ بولے۔ اور جب کسی سے کوئی وعدہ کرے تو اس کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہ کرے، بلکہ اسے پورا کرے اور اسے نبھائے۔ اور جب کوئی اس کے پاس امانت رکھے تو اس امانت کو اس کے پاس لوٹادے اور ٹال مٹول، تاخیر اور تردد سے کام نہ لے۔

اسی طرح جب کوئی شخص اسے خبروں میں سے کسی خبر یا کسی راز کی خبر دے اور اس سے اس خبر یا راز کو پوشیدہ رکھنے کے لیے کہے تو وہ اسے پوشیدہ رکھے اور اس کے بارے میں کسی کو خبر نہ دے، کیوں کہ اِفشائے راز خیانت کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ[10] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (حدِّ فاصل) نماز کا ترک کرنا ہے۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

شہادتین (لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ) کے بعد نماز اسلام کے ارکان میں سے ایک عظیم رکن ہے، اسی لیے بہت ساری آیات اور متعدد احادیثِ نبویہ میں اسے قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے چھوڑنے سے روکا گیا ہے۔

---

(10) ابو عبد اللہ جابر بن عبد اللہ سلمی رضی اللہ عنہ بکثرت حدیثیں روایت کرنے والے بڑی عمر کے جلیل القدر انصاری صحابی ہیں، اپنے والد کے ساتھ بیعتِ عقبہ میں شریک تھے اور بیعتِ رضوان میں بھی آپ شامل تھے۔ آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس حدیثیں مروی ہیں، آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، ۹۴ برس کی عمر پا کر ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں مدینہ کے اندر فوت ہوئے، کہا گیا ہے کہ آپ مدینہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی ہیں۔

اس حدیث میں ہمیں نماز کے معاملہ میں سستی کرنے کی خطرناکی کے بارے میں بتلایا گیا ہے اور نبی ﷺ نے اس میں یہ واضح کیا ہے کہ انسان اور کفر و شرک کے درمیان (فاصلہ مٹانے والا عمل) صرف نماز کا ترک کر دینا ہے، اگر بندہ اسے چھوڑ دے گا تو کفر اور شرک باللہ تک پہنچ سکتا ہے اور ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

نیز اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ بے شک نماز کا ترک کرنا بڑے گناہ اور عظیم ہلاکت وتباہی میں سے ہے اور یہ بڑے گناہوں میں سے سود، زنا، چوری اور شراب نوشی وغیرہ معاصی سے زیادہ سخت گناہ ہے، جب کہ یہ ساری معصیتیں بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔

اس لیے ہر مسلمان مرد اور عورت پر ضروری ہے کہ وہ نماز کا سختی سے خیال رکھیں اور اس کا خاص اہتمام کریں، کیوں کہ اس کی ادائیگی رزق و برکت، بھلائی، جنت ومغفرت اور رضائے الٰہی کی خوش نودی کا ذریعہ ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ : ((الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا)) قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : ((ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ[11] سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ: "اللہ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: "وقت پر نماز ادا کرنا۔" میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: "والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا" [میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔"] متفق علیہ

تشریح:

---

(11) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معروف فقیہ صحابی ہیں، طویل عرصہ تک نبی ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی، غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے، ساٹھ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں مدینہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی اور بقیع میں دفن کیے گئے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے ایسے نیک اعمال کے بارے میں معلوم کرتے رہتے تھے، جسے اللہ پسند کرتا ہے اور جس سے راضی ہوتا ہے۔ اور ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ ان اعمال کے ذریعہ اپنے رب کا تقرّب حاصل کر سکیں۔

اس حدیث میں جلیل القدر صحابی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ بتلایاہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے ان اعمالِ صالحہ کے بارے میں دریافت کیا جنھیں اللہ پسند فرماتاہے۔ آپ ﷺ نے ان کو یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اہم اور پسندیدہ عمل: "نماز کو اس کے وقت پر ادا کرناہے۔" یعنی اسے اس کے اوّل وقت میں ادا کرناہے۔ اور نماز کو اس کے اوّل وقت میں ادا کرنے میں جلدی کرنا، نماز سے رغبت و محبت کی دلیل ہے۔ اور جو کوئی اللہ کی اطاعت کو پسند کرتاہے اللہ اسے محبوب رکھے گا۔

لہذا مسلمان مردوں اور عورتوں پر واجب ہے کہ نہایت سختی کے ساتھ نماز کا خیال رکھیں۔ مرد حضرات اسے مساجد میں مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ادا کریں اور عورتیں گھروں میں اسے اس کے اوّلِ وقت میں ادا کریں۔

یہاں اس بات سے بھی متنبہ کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ: ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے نماز کے اوقات کی جان کاری رکھنی ضروری ہے، کیوں کہ نماز کے اوقات کا معاملہ بہت اہم ہے۔ اور جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کردیتاہے یہاں تک

کہ اس کا وقت نکل جائے تو ایسا شخص سب سے بڑی معاصی میں سے ایک معصیت اور سب سے بڑے کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ کا مرتکب قرار پاتا۔

اس کے بعد نبی ﷺ نے اس حدیث میں ایک ایسے دوسرے نیک عمل کا تذکرہ فرمایا ہے، جسے اللہ پسند کرتا ہے اور وہ نیک عمل والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اہم نیکیوں اور عظیم طاعات میں سے ایک ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک یہ بہت زیادہ محبوب عمل ہے۔ حسنِ سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اپنے والدین کے ساتھ اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ احسان وبھلائی کرے، ان کی اطاعت کرے، ان کی تکریم اور عزت افزائی کرے، ان کا خیال رکھے اور کسی بھی طرح کے قول و عمل کے ذریعہ ان دونوں کی شان میں کوئی گستاخی اور بے ادبی نہ کرے، کیوں کہ یہ والدین کی نافرمانی میں شمار ہوگی اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ہم اللہ سے عفو درگذر اور معافی چاہتے ہیں۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، فَصَلَّاهَا مَعَ الْجَمَاعَةِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (12) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص [نماز کے لیے] پورا وضو کرے پھر فرض نماز کے لیے (مسجد کی طرف) چلے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے ہمیں ایک ایسے عظیم عمل کے بارے میں خبر دیا ہے کہ جس کے کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہتر اجر سے نوازے گا اور وہ بہتر اجر یہ ہے کہ اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

---

(12) عثمان بن عفان القرشی رضی اللہ عنہ، آپ عام الفیل کے چھ سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور بعثتِ نبوی کے کچھ ہی عرصہ بعد اسلام قبول کیا، تیسرے خلیفۂ راشد اور نبی کریم ﷺ کے داماد ہیں، ذوالنورین کے لقب سے معروف ہیں، ۲۳ھ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوئے، نوے یا اسی سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۳۵ھ میں اپنے گھر کے اندر شہید کیے گئے۔

اس عمل کا تعلق نماز سے ہے۔ اور یہ عمل درج ذیل تین ایسے امور پر مشتمل ہے، جسے مسلمان اللہ عزوجل کا قربت حاصل کرنے کے لیے انجام دیتا ہے:

اوّل: مکمل وضو کرنا۔ مکمل وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے کامل اور پورے طور سے اس طرح کیا جائے کہ اعضائے وضو میں سے ہر عضو تک یقینی طور پر پانی پہنچ جائے۔

دوم: فرض نماز کی ادائیگی کے ارادہ سے مسجد تک چل کر جانا۔

سوم: فرض نماز کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔

جو شخص ان امور کو انجام دے گا یعنی مکمل وضو کرے گا پھر مسجد تک چل کر جائے گا اور پھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو اسے یہ اچھا بدلہ حاصل گا۔ یعنی اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور اللہ جس کے گناہوں کو بخش دے وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی پانے والوں میں سے ہو گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[13] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”جو شخص جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“ متفق علیہ

تشریح:

نبی کریم ﷺ کی حدیث میں جھوٹ بولنا بڑے گناہوں اور عظیم معاصی میں سے ہے، لہٰذا جو شخص کوئی بات خود سے گڑھے اور یہ دعویٰ کرے کہ یہ نبی ﷺ کے فرمان میں سے ہے تو وہ بہت بڑے گناہ کا کام کرتا ہے۔ اور جو شخص رسول اللہ ﷺ پر کوئی جھوٹی بات (جھوٹ کی وضاحت کیے بغیر) نقل کرے تو اس نے ظلم و زیادتی سے کام لیا اور بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی کا مظاہرہ کیا۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ نبی ﷺ کی جانب منسوب جھوٹی روایتیں عام ہیں۔ اور یہ بھی بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض اچھے لوگ بھی نیک ارادہ سے گڑھی ہوئی

---

(13) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

حدیثوں کو نشر کرتے رہتے ہیں، جب کہ یہ انتہائی منکَر اور ناپسندیدہ عمل ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس سے بچنے کی تلقین اور وصیت کریں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”میرے اوپر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں ہے جیسے اور کسی پر جھوٹ باندھنا ہو،پس جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپناٹھکانا جہنم میں بنالے۔“اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے مجھ سے کوئی بات بیان کی اور اسے معلوم ہے کہ وہ جھوٹی ہے تو ایسا شخص دو جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے۔“ اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس لیے ہم پر واجب ہے کہ:

نبی کریم ﷺ کی طرف احادیث کو منسوب کرنے سے پہلے ان کی صحت کو جان لیں۔ ہم لوگوں پر یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس دور میں مختلف کتابوں اور معتمد ویب سائٹوں کے ذریعہ احادیث کی جانچ پرکھ کرنا اور ان کی صحت کو جاننا ہمارے لیے آسان ہو گیا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتابیں اس میدان کی مشہور کتابیں ہیں۔ اور اس کے لیے ”الدرر السنیہ“ ویب سائٹ کا شعبہ ”موسوعہ حدیثیہ“ مشہور ویب سائٹ ہے۔ ☆☆☆

تکبّر کی حُرمت وسنگینی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ(14) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر پایا جائے گا۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

دینِ اسلام بہتر اخلاق اور عمدہ خصائل والا دین ہے، اسی لیے دینِ اسلام نے رِفق، تواضع اور نرم گوشہ اپنانے کا حکم دیا ہے اور غرور و گھمنڈ اور برتری اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے ان متکبرین کا طرز عمل اپنانے سے روکا ہے، جو لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان پر برتری جتلاتے ہیں، کیوں کہ تکبر کرنے والے لوگ جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔ ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت چاہتے ہیں۔

---

(14) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۵ پر گزر چکا۔

نبی ﷺ کے فرمان: ((لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرّة من كبرٍ)) کا مطلب یہ ہے کہ تکبر ایک نہایت خطرناک معاملہ ہے اگرچہ یہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، بلکہ ایک معمولی ذرہ ہی ہو، یعنی وہ بہت تھوڑی مقدار ہی میں کیوں نہ ہو۔

یقیناً نبی ﷺ نے ہم کو تکبر کا معنی بتلایا ہے، چناں چہ آپ نے فرمایا: ((الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ)) "تکبر حق کو ٹھکرانے، اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔"

((بَطَرُ الْحَقِّ)) کا مطلب ہے حق کو رد کر دینا اور ((غَمْطُ النَّاسِ)) کا مطلب ہے لوگوں کو حقیر جاننا۔

تکبر کی حرمت و مذمت پر دلالت کرنے والی دلیلوں میں سے نبی ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: "جو شخص اپنی بڑائی کا اظہار کرے، یا متکبرانہ چال چلے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہو گا۔" اسے بخاری نے "الأدب المفرد" میں جیّد (درست) سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

پس جب ہم نے یہ جان لیا کہ بے شک تکبر ایک بڑا گناہ اور گھٹیا خصلت ہے تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس سے دوری اختیار کریں اور ایسے پاکیزہ اعمال بجالائیں، جو ہمیں تکبر سے دور رکھیں۔ جیسے: نصیحت کی بات کو قبول کریں، حق کو تسلیم کریں، فقیروں، ضعیفوں اور نوکروں وغیرہ سے محبت کریں، ان سے لطف ومہربانی سے پیش

آئیں، ان کا خاص خیال رکھیں، اور ان کے لیے نرم پہلو اپنائیں، کیوں کہ یہ باتیں دل کو پاک وصاف رکھتی ہیں اور نفس کو غرور وبرتری اور تکبر وغیرہ سے بری کرتی ہیں۔

حُبابِ بحر کو دیکھو وہ کیسا سر اٹھاتا ہے

تکبر وہ بُری شے ہے جو فوراً ٹوٹ جاتا ہے

قرآن سیکھنے سکھانے کی فضیلت

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) رواه البخاري.

ترجمہ: سیدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ[15] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو (خود) قرآن سیکھے اور اسے (دوسروں کو) سکھلائے۔“ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

یہ حدیث قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھلانے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ جو لوگ قرآن کو سیکھتے اور سکھلاتے ہیں، وہ لوگوں میں سب سے بہترین اور اچھے لوگ ہیں۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے جلیل القدر تابعی ابو عبد الرحمان السلمی نے جب اس حدیث کو بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ:

”اسی حدیث نے مجھ کو اس جگہ بیٹھا رکھا ہے“

---

(15) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص۲۸ پر گزر چکا۔

یعنی وہ دسیوں سالوں سے بیٹھ کر قرآن کو پڑھاتے رہے، اس امید سے کہ اس حدیث شریف میں وارد فضیلت وبھلائی کو پاسکیں۔

اس لیے ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہیے کہ وہ قرآن سے لگاؤ رکھتے ہوئے تلاوتِ قرآن کا اہتمام کریں، اسے سیکھنے، ادا کرنے اور اس میں مہارت پیدا کرنے کی حرص رکھیں اور اسے دوسرے کو سکھلانے میں ساجھی دار بنیں۔

سب سے بہترین اور نفع بخش بات یہ ہے کہ: قرآن سیکھنے کی غرض سے مدارس وادارے اور مساجد میں قائم ہونے والی قرآنی حلقات میں داخلہ لیا جائے۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ ہدایت، بھلائی اور نور کی راہ پر ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ : سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [(16)] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں، رحمان کو محبوب ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔“ متفق علیہ

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے ہمیں بکثرت ذکر کرنے پر ابھارا ہے اور اس کی اہمیت وفضیلت کو بیان کیا ہے اور ہمارے لیے صبح وشام، سونے اور جاگنے کے اذکار کو مشروع قرار دیا ہے۔ یہ سب اذکار اور اس طرح کی دیگر اذکار، کتب اذکار میں موجود ہیں۔ جیسے ”کتاب الاذکار“ للنووی، ”تحفۃ الأذکار“ لابن باز، اور ” حصن المسلم“ للقحطانی نیز ان کتابوں کے علاوہ بھی بہت ساری (اذکار کی کتابیں) ہیں۔

---

(16) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

بعض اذکار عام ہیں، جنھیں کسی وقت کی تعیین اور تعداد کی تحدید کیے بغیر ہر وقت پڑھنا مسلمان کے لیے مستحب ہے۔ اُنہی عام اذکار میں سے چند یہ ہیں:

سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور انہی اذکار میں سے یہ دونوں عظیم کلمات (بھی) ہیں:

"سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم" اور نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ یہ دونوں (اذکار) تین خوبیوں سے ممتاز ہیں:

1. یہ دونوں (کلمے) زبان پر ہلکے ہیں، اس لیے انسان بہت آسانی سے بغیر کسی مشقت کے ان کو دہرا سکتا ہے۔

2. یہ دونوں (کلمے) میزان میں بھاری ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ: جو شخص ان دونوں کلمات کو کہے گا، اس کے لیے ایسا عظیم اجر ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کے ترازو کو بھر دے گا۔

3. یہ دونوں (کلمے) رحمان کے نزدیک محبوب ہیں۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں پسند فرماتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں کلمات نہایت ہی اہمیت اور عظمت کے حامل ہیں۔

لٰہذا اِنہی تمام خوبیوں اور خصوصیتوں کی وجہ سے ہم کو ان دونوں عظیم کلمات کا اور ان کے علاوہ دیگر مطلق اذکار کا اہتمام کرنا چاہیے، ہمیں اس کا حریص ہونا چاہیے نیز ہر وقت اور ہر حال میں کثرت سے ان کا ورد کرتے رہنا چاہیے تاکہ ہم بزرگ وبرتر اور مہربان رب سے عظیم ثواب پاسکیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ : بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[17] فرماتے ہیں کہ: "میرے خلیل (نبی ﷺ) نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی: ہر ماہ تین دن روزہ رکھوں، چاشت کی دو رکعت ادا کروں اور یہ کہ سونے سے پہلے میں وتر ادا کروں۔" متفق علیہ

تشریح:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بزرگ صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے مقرّب ہیں، وہ ہمیں نبی ﷺ کی وصیت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

میرے خلیل نے مجھے وصیت فرمائی۔ اور حدیث میں وارد لفظ خلیلی، حبیبی کی طرح ہے، لیکن (خلیلی) شدید محبت پر دلالت کرتا ہے، اور یہ لفظ (حبیبی) سے زیادہ بلیغ اور قوی ہے۔ (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ: میرے دوست نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی:

---

(17) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

پہلی وصیت: ہر ماہ تین دن کا روزہ رکھنا۔ ہر ماہ تین دن روزہ رکھنا عظیم سنت اور بڑی فضیلت کا کام ہے۔ نبی ﷺ نے یہ بتلایا ہے کہ ہر ماہ تین دن روزہ رکھنا گویا پورے سال کا روزہ رکھنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اس کے فضل وکرم کی وجہ سے ہے۔ اس سے مقصود نفلی روزہ ہے۔ اس کے رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان ہر ماہ تین دن روزہ رکھے، چاہے تین دن مسلسل ہوں، یا متفرق ہوں۔

دوسری وصیت: صلاۃ چاشت کی وصیت۔ صلاۃ چاشت دو یا اس سے زیادہ رکعت ہیں، جو چاشت کے وقت درمیانی صبح میں ادا کی جاتی ہیں۔ لہٰذا مسلمان کے لیے مستحب ہے کہ وہ دو یا چار یا اس سے زیادہ رکعت، چاشت کے وقت ادا کرے، کیوں کہ اس کا بہت ثواب ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے۔

تیسری وصیت: وتر کی وصیت۔ وتر نوافل نماز میں سب سے افضل نماز ہے، اس کا وقت صلاۃ عشاء کے بعد سے شروع ہو کر اذانِ فجر تک رہتا ہے۔

اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے لیے ایک یا تین یا پانچ یا اس سے زیادہ رکعت بطور نفل ادا کرے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس کی تعداد فردی (طاق) رہے۔ کلمۂ وتر سے یہی مقصود ہے۔

یہ وصیت نبی کریم ﷺ کی طرف سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ اور یہی وصیت ہم سب کے لیے ہمارے رسول اور ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف سے ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

((أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[18] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، لہٰذا تم (اس میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو مختلف قسم کی نیکیوں اور طاعات کے ذریعہ اپنا تقرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے اعمال میں سب سے بڑا عمل نماز کو فرائض ونوافل کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ جب مسلمان اپنی نماز میں داخل ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے۔

پوری نماز بندۂ مومن کو اللہ سے قریب کرتی ہے، مگر اسی کے ساتھ سجدہ کے دوران بندہ اللہ سے قربت کی سب سے بڑھ کر حالت میں ہوتا ہے، اس لیے کہ بندہ اپنے سجدہ

(18) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

میں رب کے سامنے جھکتا ہے اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے اور وہ خشوع و عاجزی اور محتاجی کی حالت میں اپنے رب کو پکارنے والا ہوتا ہے۔

اسی لیے سجدے یقینی طور پر دعا کی قبولیت کے مقامات میں سے ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے صحیح مسلم کی روایت کردہ ایک دوسری حدیث میں فرمایا: ''سجدہ کی حالت میں خوب دعا کرو، کیوں کہ یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تمھاری دعا قبول کرلی جائے۔''

اس حدیث میں وارد لفظ (قَمِنٌ) کا معنی حریّ (مناسب) ہے، یعنی سجدہ میں دعا کی قبولیت کی امید ہوتی ہے۔

اس لیے انسان کے لیے سجدہ کو لمبا کرنا مستحب ہے۔، سجدہ کی حالت میں کثرت سے دعا کا اہتمام کرنا چاہیے، کیوں کہ سجدے اور دعائیں، دنیا اور آخرت میں کامیابی اور بھلائی کے عظیم ترین اسباب میں سے ہیں۔

مومن کو لعن طعن کرنا

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیّدنا ثابت بن ضحّاک رضی اللہ عنہ[19] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن پر لعنت کرنا اُسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔" متفق علیہ

تشریح:

لعنت کرنا ایک عظیم گناہ اور بڑی معصیت کا کام ہے۔ بے شک ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں لعن طعن کرنے سے ڈرایا ہے اور بہت ساری احادیث میں ہمیں اس سے روکا ہے اور اُنہی احادیث میں سے یہ حدیث بھی ہے، جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"مومن پر لعنت کرنا اُسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔"

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

---

(19) ثابت بن ضحاک بن خلیفہ رضی اللہ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں، ان کی کنیت ابو یزید ہے، یہ بیعت رضوان میں شریک تھے مگر اس وقت چھوٹے تھے، صحیح قول کے مطابق ٦٤ھ میں ان کی وفات ہوئی، جب کہ ایک قول کے مطابق ان کی وفات ٤٥ھ میں ہوئی۔

”تم اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کے ذریعہ آپس میں ایک دوسرے کو لعنت نہ کرو۔“ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نیز نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ بتلایا ہے کہ: ”جب آدمی کسی شخص پر ناحق لعنت بھیجتا ہے تو ایسی صورت میں وہ لعنت اس پر واپس ہو جاتی ہے۔“ یعنی وہ لعنت اس کے کہنے والے پر لوٹ جاتی ہے۔ اسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں حسن سند سے روایت کیا ہے۔

اور طبرانی رحمہ اللہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”جب ہم کسی شخص کو اپنے بھائی پر لعنت کرتے دیکھتے تو ہم اسے کبائر کا ارتکاب کرنے والا سمجھتے۔“

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”مسلمان شخص پر لعنت کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔“

نہایت ہی افسوس اور تکلیف دہ بات ہے کہ: بہت سارے مسلمانوں کے درمیان لعنت کرنا عام ہے۔ اللہ ہی معین اور مددگار ہے۔

اس لیے ہم سب پر واجب ہے کہ ہم سب لعن طعن کی تنکیر کریں، خود بھی اس سے بچیں اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی سختی کے ساتھ تلقین کریں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

((قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : يَا ابْنَ آدَمَ، أَنْفِقْ؛ أُنْفِقْ عَلَيْكَ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [20] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو (میری راہ میں مال) خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا (یعنی میں تجھے خزانۂ غیب سے عطا کرتا رہوں گا)۔“ متفق علیہ

تشریح:

جن عظیم صفات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی تعریف فرمائی ہے ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں (مال) خرچ کرنا ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الٓمٓ ۝ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾

[البقرہ:۱-۳]

(20) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

ترجمہ: ”الف لام میم، اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں، پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے، جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

انفاق بہت سارے امور کو شامل ہے۔ جیسے آدمی کا اپنی اولاد اور بیوی پر خرچ کرنا، فقراء اور مساکین اور دیگر بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا، مثلاً قرآن کریم کے نسخے چھپوا کر لوگوں میں بانٹنا، مفید کتابوں کو تقسیم کرنا، بیماروں کا علاج کرانا اور اس کے علاوہ دیگر خیراتی پروجیکٹس وغیرہ۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے خیر کے راستوں میں اپنا مال خرچ کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر خرچ کرے گا اور اپنے فضل سے انھیں نوازے گا اور اپنے وسیع عطا سے انھیں اچھا بدلہ عطا کرے گا۔ جیسا کہ اللہ عزّوجل کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾[سبأ:۳۹]

ترجمہ: ”کہہ دیجیے! کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے، تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔“

پس جو شخص اپنے خاندان یا اپنے والدین یا اپنے اقرباء یا فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کرتا ہے یا مختلف بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے اجر وثواب لکھ دیتا ہے۔ اور جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے اس کے عوض روزی عطا کرتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے اسے نوازتا ہے۔ اللہ بڑے ہی فضل والا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ، وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[21] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، رنج وملال، تکلیف اور غم لاحق ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے (اور وہ اس پر صبر سے کام لیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفّارہ بنادیتا ہے۔[22]'' متفق علیہ

تشریح:

---

(21) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

(22) نوٹ: نصب (تھکاوٹ کو کہتے ہیں)، وصب (دائمی تکلیف، یا مرض کو کہتے ہیں) اور وصب ونصب یہ غالبا جسم کو لاحق ہوتا ہے، الھم (مستقبل کی باتوں کی فکر کرنے کو کہتے ہیں)، الحزن (ماضی میں ہونے والے کسی حادثہ کے بارے میں فکر وبے چینی لاحق ہونے کو کہتے ہیں) اور یہ بغیر ارادہ کے انسان سے ظاہر ہوتے ہیں، اور یہ عموما دل کو لاحق ہوتے ہیں، اذی (یہ عام تکلیف ہے جو سب کو شامل ہے)، الغمّ (شدید الحزن یا الھم الشدید کو کہتے ہیں، یعنی وہ شدید فکر وغم گویا کہ انسان اس کے سبب بے ہوشی کا شکار ہو جائے، اور غم اسے ڈھاک لے، یہ حزن سے زیادہ بڑھ کر ہوتا ہے۔) (مترجم)

اس دنیا میں انسان بہت سی مشکلات اور تھکاوٹ نیز تفکرات اور غموں سے دوچار ہوتا ہے۔ اس حدیث میں نبی ﷺ ہمیں ایک بڑی بات بتلا رہے ہیں، جسے ہمیں تمام حالات میں یاد رکھنا چاہیے، کیوں کہ یہ ایسی بات ہے، جس سے قلب کو سرور اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

انسان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، رنج و غم، فکر واندیشہ اور تکلیف لاحق ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے اور یہ مصیبتیں اس کے گناہوں کی مغفرت نیز گناہوں کے ازالے اور خاتمے کا سبب بن جاتی ہیں اور انسان مصیبت کے خاتمہ پر اپنے گناہوں سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے اور اپنے مالک وپروردگار سے قریب ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان کا یہ جملہ "یہاں تک کہ اسے کوئی کانٹا چھبتا ہے" اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو جو تکلیف لاحق ہوتی ہے وہ اس کے لیے کفارہ بن جاتی ہے، اگرچہ معمولی تکلیف ہی ہو، جیسے کانٹا چھبنا ہی کیوں نہ ہو۔

جب انسان کو یہ حقیقت معلوم ہوگئی تو اسے اللہ کے فضل کے سبب خوش ہونا چاہیے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ ہمیشہ صبر اور احتساب اور اللہ سے خوشی کا اظہار کرے۔ پس جو شخص اللہ سے راضی ہوا تو اللہ اس سے راضی ہو گا اور اسے خوشی عطا کرے گا اور اسے اکرام وانعام اور داد و دہش سے نوازے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[23] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم جنت میں نہیں جاوگے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ اور تم اس وقت تک (کامل) ایمان والے نہیں بنوگے یہاں تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز کی طرف نہ رہنمائی کروں کہ جب تم اسے کرنے لگو تو تم آپس میں محبت کرنے والے بن جاؤ؟ تم آپس میں سلام کو عام کرو۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

اس حدیث شریف میں ہمیں ایک نہایت ہی اہم بات کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم آپس میں محبت کرنے والے بن جائیں۔ نبی ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے کہ ہم اس وقت تک جنت میں نہیں داخل ہوں گے جب تک کہ ایمان والے نہ بن جائیں اور ہم حقیقی ایمان

(23) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

والے اسی وقت بن سکتے ہیں جب ہم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جائیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے کا ایک نہایت آسان طریقہ ہے، جب ہم اسے کرنے لگ جائیں گے تو ہمارے درمیان محبت عام ہو جائے گی۔ اور یہ آسان کام: سلام کو عام کرنا ہے اور اسے لوگوں کے درمیان پھیلانا ہے۔

اس حدیث سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ: سلام مسلمانوں کے درمیان محبت کے حصول کا ذریعہ ہے اور محبت کا حصول ایمان میں بڑھوتری کا سبب ہے اور ایمان میں زیادتی جنت میں دخول کا سبب اور ذریعہ ہے۔

سلام کرنے کا بہتر طریقہ: انسان کا (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[24]) کہنا ہے۔

سلام لوٹانے کا بہتر طریقہ: (وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) کہنا ہے۔

اور اگر انسان صرف (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) کہے یا صرف (السلام علیکم) کہے تو یہ بھی ان شاء اللہ کافی ہو گا، لیکن کامل اور افضل سلام (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) کہنا ہے۔

لہذا مسلمان شخص کو سلام پھیلانے کا حریص ہونا چاہیے، اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس سے شرم نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ نیکی اور ایمان میں بڑھوتری کا سبب ہے اور جنت میں داخلہ کا بھی سبب وذریعہ ہے۔ ☆☆☆

---

(24) یعنی تم پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکت نازل ہو۔

آبرو(شرم گاہ)کی حفاظت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ[(25)] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی مرد کسی (دوسرے) مرد کی شرم گاہ کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی (دوسری) عورت کی شرم گاہ کو دیکھے۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

یہ حدیث ایک بہت اہم مسئلہ کے بارے میں رہنمائی کرتی ہے، جس کی جان کاری حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہم پر واجب ہے۔ انسان چاہے مرد ہو یا عورت، اس کے پاس شرم گاہ (چھپانے کی چیز) ہے، جس کا پردہ کرنا ضروری ہے، اسی طرح دوسرے شخص پر واجب ہے کہ وہ اس سے نگاہ پست رکھے۔

---

(25) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک بن سنان انصاری خزرجی ہے، خدرہ ایک انصاری قبیلہ ہے جس کی طرف یہ منسوب ہیں، آپ سے نبی کریم ﷺ کی تقریباً گیارہ سو ستر حدیثیں مروی ہیں، آپ کا شمار کبارِ صحابہ میں ہوتا ہے، آپ نے تقریباً چھیاسی برس کی عمر پائی اور ۷۴ھ کے آغاز میں مدینہ کے اندر فوت ہوئے اور بقیع قبرستان میں دفن ہوئے۔

حدیث میں وارد حکم کا تعلق ایک مرد کا دوسرے مرد سے اور ایک عورت کا دوسری عورت سے متعلق ہے۔ لہٰذا کسی آدمی کا عورت کے ستر کو دیکھنے اور کسی عورت کا کسی مرد کے ستر کی جانب دیکھنے سے متعلق بدرجۂ اولیٰ وہی حکم ہوگا جو حکم ایک مرد کا دوسرے مرد اور ایک عورت کا دوسری عورت کے ستر کی جانب دیکھنے سے متعلق ہے۔

جب ہم نے اس کا حکم جان لیا تو ہم پر ضروری ہے کہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اس کو چھپائیں، تاکہ لوگ اسے نہ دیکھ سکیں اور اس معاملے میں کبھی بھی سستی سے کام نہ لیں، چاہے اس کا تعلق دیکھنے سے ہو یا چھونے سے۔ اور ہم اس بات کو جان لیں کہ یہ ایسا معاملہ ہے، جس کے بارے میں کسی بھی حال میں سستی، مذاق اور تسامح (درگزر کرنا) جائز نہیں ہے۔

عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَيْدًا، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَقْبَلْهُ مِنْهُ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي وَجْهِهِ مِنَ الْحُزْنِ، قَالَ : ((إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا صعب بن جثّامہ رضی اللہ عنہ [26] بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک شکار (جنگلی گدھا) ہدیہ کیا تو نبی ﷺ نے اس کو واپس کر دیا اور اسے قبول نہیں کیا، لیکن جب نبی ﷺ نے ان کے چہرہ پر حُزن وملال دیکھا تو فرمایا: ”ہم اس (ہدیہ) کو تمھیں اس لیے واپس کر رہے ہیں کیوں کہ ہم حالتِ احرام میں ہیں۔“ متفق علیہ

تشریح:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ دینا پسند کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا کہ آپ ہدیے قبول فرماتے تھے اور اس کا بہتر بدلہ دیتے تھے۔

---

(26) صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلۂ لیث سے تھا، یہ ودّان یا الابواء میں رہتے تھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں یا بعض لوگوں کے قول کے مطابق عہدِ عثانی میں ان کا انتقال ہوا۔

سفرِ حج میں، نبی ﷺ کے پاس صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں، وہ اپنے ساتھ ایک شکار (جنگلی گدھا) لیے ہوتے ہیں، جسے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے شکار کیا تھا تاکہ آپ ﷺ اسے تناول فرمائیں، لیکن نبی ﷺ نے اس ہدیہ کو قبول نہیں فرمایا اس لیے کہ آپ مُحرِم تھے اور شکار ممنوعاتِ احرام میں سے ہے۔

جب نبی ﷺ نے ان کے تحفہ کو لوٹا دیا تو وہ بہت غمگین اور دل شکستہ ہوئے، نبی ﷺ نے فوراً عذر پیش کیا اور (اس کی واپسی کے سبب کو) بیان فرمایا اور کہا کہ: ہم نے اسے اس لیے واپس کیا ہے کیوں کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کی آنکھ کو ٹھنڈک حاصل ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے درمیان بیان کرنے لگے۔

اس حدیث سے ہمیں یہ فائدہ حاصل ہوا کہ: اسباب کی وضاحت اور عذر بیان کرنے میں مبادرت اور جلد بازی سے کام لینا چاہیے تاکہ ہم شیطان پر راستہ کو بند کر سکیں [اور وہ ہم پر مسلط نہ ہو سکے۔] اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾ [الإسرا:۵۳]

ترجمہ : ”اور میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منھ سے نکالا کریں کیوں کہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب ”ریاض الصالحین“ میں حُسن اخلاق کے باب میں ذکر فرمایا ہے تاکہ اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ دل جوئی اور تطییب خاطر کرنا اور عذر پیش کرنا محاسنِ اخلاق میں سے ہے۔

چغل خوری کی مذمّت

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ[27] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چغل خور شخص جنت میں نہیں داخل ہو گا۔“ متفق علیہ

تشریح:

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس میں ہمیں زبان کی آفتوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ زبان کی آفتیں بہت قسم کی ہیں۔ زبان کی اُنہی آفتوں میں سے غیبت اور چغلی کرنا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس بات کو جان لو کہ یہ دونوں عادتیں بہت بری چیزوں میں سے ہیں اور کثرت سے لوگوں کے مابین عام ہوتی ہیں، یہاں تک کہ ان سے بہت کم ہی لوگ محفوظ رہتے ہیں۔“

---

(27) ابو عبد اللہ حذیفہ بن یمان بن حسیل العبسی رضی اللہ عنہ بہادر صحابیوں میں سے ہیں، آپ نبی کریم ﷺ کے رازداں تھے، ان سے ۲۲۵ حدیثیں مروی ہیں، غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے، عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۳۶ھ میں عراق کے اندر ان کی وفات ہوئی۔

مذکورہ حدیث میں ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ایسی بری عادت اور عظیم گناہ سے منع فرمایاہے، جو کبیرہ گناہ میں شمار کی جاتی ہے اور وہ نمیمہ (چُغلی) ہے۔

قتّات: نمّام کو کہتے ہیں، جس کا اردو ترجمہ چغل خور ہے۔ اور نبی ﷺ نے خبر دیاہے کہ چغل خور جنت میں نہیں داخل ہو گا۔

نمیمہ: کسی کی بات کو لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کی نیت سے نقل کرنے کو کہتے ہیں اور یہ مشکلات واختلافات اور دشمنیوں کے حصول کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

اس لیے ہر مسلمان مرد اور عورت پر ضروری ہے کہ وہ نمیمہ (چُغلی) سے سختی کے ساتھ خود بچے اور دوسروں کو بھی اس سے آگاہ رکھے، کیوں کہ یہ جنت سے محرومی اور عذابِ قبر کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ[28] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان کوئی کھیتی کرتا ہے (یا پودا لگاتا ہے) اور اس سے کوئی انسان، پرندہ یا جانور کچھ کھالیتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔" متفق علیہ

تشریح:

کھیتی باڑی اہم انسانی کارکردگی اور اکٹیویٹیز میں سے ہے، یہ روزی کے حصول کا سبب ہے اور بسا اوقات یہ مال داری اور ثروت کا بھی ذریعہ ہوتی ہے۔

بندوں پر اللہ کے فضل واحسان میں سے ہے کہ: انسان جب کوئی کھیتی کرتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان، پرندہ یا جانور کھالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کھیتی کرنے والے کے لیے صدقہ لکھ دیتا ہے، حالاں کہ کھیتی کرنے والے نے حقیقت میں اسے صدقہ کے لیے نہیں بویا تھا، بلکہ اس نے روزی اور تجارت کی وجہ سے بویا تھا۔

---

(28) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۳ پر گزر چکا۔

اور یہ (اجر) صرف کھیتی تک منحصر نہیں ہے، بلکہ ہر وہ اچھا عمل جسے انسان سر انجام دیتا ہے، جب اس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں تو اسے اجر سے نوازا جاتا ہے، پس اگر کوئی کنویں کی کھدائی کروائے اور اس سے انسان، پرندہ یا جانور سیراب ہوں یا کوئی سایہ دار چیز کا انتظام کرے اور پھر اس سے انسان، پرندہ یا جانور سایہ حاصل کریں تو اس سے اس کو ثواب حاصل ہوگا۔ اسی طرح دیگر مفید اور اچھے اعمال وغیرہ ہیں۔

اوران تمام امور میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان اعمال کی بجا آوری کے وقت انسان احتساب واجر کا طالب ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : كَانَ لِرَجُلٍ على رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، فَجَاءَ يَتَقَاضَاهُ وَأَغْلَظَ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((دَعُوهُ؛ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[29] بیان کرتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ایک آدمی کا قرض تھا، وہ آکر آپ ﷺ سے اس کا مطالبہ کرنا شروع کیا اور سخت وسست الفاظ بولنے لگا، اس پر نبی ﷺ کے صحابہ کرام نے اسے (مارنے کا) ارادہ کیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اسے چھوڑدو، کیوں کہ صاحبِ حق کو مطالبہ کا حق حاصل ہے۔" متفق علیہ

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے ایک اونٹ خریدا اور اس سے یہ طے کیا کہ اسے اس کی قیمت کچھ مدت بعد دیں گے۔ جب چکانے کی مدت گذر گئی تو وہ شخص مال لینے کی

(29) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

غرض سے نبی ﷺ کے پاس آیا اور اونچی آواز نیز غصے کے ساتھ اپنے مال کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔ جب صحابہ نے اس کی بات کو سنا تو وہ اس پر غصہ ہوگئے اور قریب تھا کہ وہ اسے مارنے لگ جائیں، کیوں کہ اس نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ پورے ادب و احترام کے ساتھ نہیں پیش آیا تھا، اس پر نبی ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا: "اسے چھوڑدو" یعنی رہنے دو، کیوں کہ "صاحبِ حق کو بولنے کا حق حاصل ہے۔" یعنی جب وہ اپنے حق کا مطالبہ کر رہا ہے تو اسے اپنی راحت کے حساب سے بات کرنے کا حق ہے۔

اس حدیث سے ہم کو ایک اہم فائدہ حاصل ہوتا ہے جو لوگوں کے ساتھ معاملات کرنے میں نفع بخش ہے اور وہ یہ ہے کہ: جب انسان اپنے حق کا مطالبہ کرے تو ہم پر واجب ہے کہ اسے دھیان سے سنیں، اس کی باتوں پر توجہ دیں اور اگر وہ اپنی آواز بلند کرے یا کوئی غصہ والی بات کہے تو ہم اس کا مواخذہ نہ کریں۔

اس نبوی ادب کو اپنانے سے، حق والوں تک ان کے حقوق پہنچیں گے اور ہمارے درمیان مشکلات، اختلافات اور جھگڑے میں کمی آجائے گی۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللَّهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ، أَوْ يَضَعْ عَنْهُ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ[30] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو شخص اس بات سے خوشی محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی سختیوں سے نجات دے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا پھر اس کا (سارا یا کچھ) قرض معاف کر دے۔“ اسے مسلم نے روایت کیا۔

تشریح:

روز قیامت وہ دن ہو گا، جس میں اللہ بندوں کا محاسبہ کرے گا، ان کے اعمال کا مناقشہ کرے گا اور جو کچھ انھوں نے اچھا اور برا کیا ہو گا اس کا انھیں بدلہ دے گا اور جن چیزوں میں وہ اختلاف کرتے تھے ان کے مابین اس کا فیصلہ فرمائے گا اور پھر ان کے بارے میں جنت یا جہنم میں جانے کا فیصلہ صادر فرمائے گا۔

---

(30) ابو قتادہ حارث بن ربعی مشہور جلیل القدر انصاری صحابی ہیں، آپ ”فارس رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم“ کے لقب سے مشہور ہیں، غزوۂ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے، آپ کی وفات مدینہ یا کوفہ کے اندر ۴۰ھ یا ۵۴ھ میں ہوئی، وفات سے متعلق آخری قول (۵۴ھ) زیادہ مشہور ہے۔

اس عظیم دن میں لوگوں کی بے چینی میں اضافہ ہوجائے گا، اس لیے کہ وہ بڑی ہولناکیوں اور عجیب وغریب احوال کی کیفیت سے دوچار ہوں گے۔ پس جو شخص قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس کی سختیوں سے نجات چاہتا ہے تو اسے تنگ دستوں کی تکلیفوں کو دور کرنا چاہیے یا ان کے قرض کو معاف کردینا چاہیے۔

تنگ دستوں کی پریشانیاں دور کرنا اور ان کے قرض کو معاف کردینا، نہایت ہی نیک اور جلیل القدر عمل ہے، لیکن یہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ اور (تنفیس) یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی سے مال کے مطالبہ کو مؤخر کردے یا اس سے اپنا پورا حق لینا چھوڑ دے یا اپنے واجب الحق مال میں سے کچھ حصہ چھوڑ دے اور یہی (وضع) چھوٹ دینا ہے۔

اگر آپ سے کسی شخص نے قرض لیا ہے اور پھر قرض کی ادائیگی کی گھڑی آجائے اور آپ کو یہ معلوم ہو کہ وہ تنگ دست ہے اور ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو آپ اسے مہلت دے دیں یا اسے معاف کرتے ہوئے اپنے پورے حق سے دست بردار ہوجائیں یا اپنے مال کا کچھ حصہ چھوڑ دیں۔ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ بہت بڑی نیکی پر ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کے لیے روزِ قیامت کی سختیوں سے نجات پانے، جنت کی کامیابی حاصل کرنے اور اللہ کی رضا پانے کی امید کی جاتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[31] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

نبی کریم ﷺ ایک بارش والے دن مدینہ کے بازاروں میں سے ایک بازار میں چل رہے تھے، دریں اثنا آپ بازار میں چل ہی رہے تھے کہ آپ کا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو (گیہوں وغیرہ کے) غلے کا ایک ڈھیر بیچ رہا تھا اور بارش کی وجہ سے وہ غلہ بھیگ گیا تھا، اس آدمی نے اس نمی کو چھپا رکھا تھا اور اسے ڈھیر کے نیچے کر دیا تھا تاکہ لوگوں کو وہ دکھائی نہ دے سکے۔

نبی ﷺ کو احساس ہوا کہ اس سامان میں کوئی عیب ہے، چناں چہ آپ ﷺ نے اس غلہ میں اپنے ہاتھ کو ڈالا اور آپ کو تراوٹ محسوس ہوئی۔ جب آپ ﷺ کو اس کا پتا

---

(31) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

لگا تو آپ نے اس آدمی کو پھٹکار لگائی اور فرمایا: ”تو نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں؟ (پھر فرمایا) جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ [یعنی مسلمانوں کے طریقے پر نہیں ہے]

مطلب یہ کہ بائع کو اپنے معاملات میں سچا اور واضح ہونا چاہیے، یعنی سچائی اور شفافیت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، نہ تو وہ ایسے سامان کی تعریف کرے جو تعریف کا مستحق نہیں اور نہ اس سامان کے عیوب میں سے کسی عیب کو چھپائے، جو خریداروں کو اس کے خریدنے میں رغبت کا سبب بنے۔ اور ناحق اپنے سامان کے بھاؤ کو نہ بڑھائے۔

اس حدیث میں دھوکہ جیسے گھٹیا گناہ اور بری عادت سے منع کیا گیا ہے اور لوگوں کو اس سے دوری اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس سے بچنے پر ابھارا گیا ہے، کیوں کہ مسلمان شخص کے لیے اپنی تجارت، اپنے معاملے، اپنی نصیحت، اپنی تعلیم اور اپنے دیگر امور میں دھوکہ دینا جائز نہیں ہے اور اللہ کے دین میں دھوکہ دھڑی کی تمام صورتیں، قسمیں اور شکلیں حرام ہیں۔

مسلمان کا حق مارنا

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ : ((وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ [(32)] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی مسلمان شخص کے حق کو قسم کے ذریعہ مارا تو اللہ اس کے لیے جہنم کو واجب کر دے گا اور اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔“ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر چہ وہ معمولی چیز ہی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر چہ وہ ایک پیلو کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

---

(32) ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بڑے زاہد و فاضل اور بکثرت روایت کرنے والے صحابی ہیں، مصر میں سکونت اختیار کیا اور پھر ملکِ شام کے شہر حمص کی جانب منتقل ہو گئے اور وہیں ۸۱ھ یا ۸۶ھ میں فوت ہوئے، شام میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی یہی ہیں، جب کہ بعض قول کے مطابق عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ ہیں۔

لوگوں کے حقوق ان امور میں سے ہیں، جن کا اسلامی شریعت نے بڑا اہتمام کیا ہے۔ اسی لیے ہمارے لیے کسی شخص کے حقوق میں سے کسی بھی حق کا چھیننا جائز نہیں ہے، خواہ اس کا تعلق مال سے ہو یا اس کے علاوہ کسی اور چیز سے ہو۔

اس حدیث میں نبی ﷺ ہمیں لوگوں کے حقوق مارنے سے منع فرما رہے ہیں اور یہ بتلا رہے ہیں کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کے حق کو جھوٹی قسم کے ذریعہ ہڑپے گا تو اس کا بدلہ اسے جہنم میں داخل کرکے اور جنت میں داخلہ سے محروم کرکے دیا جائے گا۔

جب نبی ﷺ کے صحابۂ کرام نے اس بات کو سنا تو انھوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ معمولی چیز ہی ہو؟ یعنی کیا یہ سزا اس شخص کو بھی ہوگی جو لوگوں کے حقوق میں سے ایسا حق مارے جو معمولی چیز ہو؟ تو اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "اگرچہ وہ پیلو کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔" مطلب یہ کہ لوگوں کے مال کو لینا اور ان کے حق کو مارنا، بہت سنگین معاملہ ہے، اگرچہ وہ لی گئی چیز معمولی ہی کیوں نہ ہو، جیسے پیلو کی شاخ اور مسواک کی لکڑی۔ ہم اللہ سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، وَقَالَ لَهُمَا : ((يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ [33] سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں اور سیدنا معاذ [34] رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور ان دونوں سے فرمایا: "تم دونوں آسانی کرنا سختی نہ کرنا، خوش خبری دینا نفرت نہ پھیلانا، اور اتفاق سے رہنا اختلاف مت کرنا۔" متفق علیہ

تشریح:

---

(33) ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس بن سلیم اشعری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، یہ یمن کے رہنے والے ہیں، مکہ آکر انھوں نے اسلام قبول کیا اور پھر حبشہ کی طرف ہجرت کیا، عہدِ فاروقی میں کوفہ اور بصرہ کے والی بنے، ۴۲ھ یا ۴۴ھ میں مکہ یا کوفہ سے قریب ثویہ کے مقام پر وفات پائی، لیکن وفات کے سلسلے میں ۴۴ھ کا قول زیادہ مشہور ہے۔

(34) ابوعبد الرحمن معاذ بن جبل انصاری خزرجی جلیل القدر اور فقیہ صحابیِ رسول ہیں، آپ کو زبان نبوت سے امت میں حلال وحرام کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے کا اعزاز حاصل ہے، نبوت کے بارہویں سال اسلام لائے، نبی ﷺ نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا، عہد فاروقی میں شام کے حاکم مقرر کیے گئے، ۱۸ھ میں ملک شام کے اندر طاعون کی بیماری میں ۳۸برس کی عمر میں وفات پائی۔

نبی ﷺ نے دونوں بزرگ صحابیوں ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف دین کی تبلیغ اور لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا۔ اور ان دونوں کے سفر پر جانے سے پہلے نبی ﷺ نے انھیں ایک مختصر، مگر بہت عبرت آمیز نصیحت فرمائی۔ آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: ”تم دونوں آسانی کرنا اور سختی کرنے سے بچنا۔“ یعنی سختی اور تشدد کے بغیر لوگوں کے ساتھ معاملہ کرو، ان تک دین پہنچاؤ اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اور انھیں بتلاؤ کہ دین آسان ہے، اس میں کسی قسم کی شدت اور تنگی نہیں ہے۔

نیز آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: ”تم دونوں بشارت دینے والے بنو، نفرت پھیلانے سے بچو۔“ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسی گفتگو فرماؤ جو انھیں اللہ کے فضل کی بشارت دے اور جو انھیں اللہ کے پاس موجود (نعمتوں) کے بارے میں رغبت دلائے اور ان سے ایسی نفرت آمیز بات نہ کرو جو انھیں ایمان اور بھلائی کے کام سے روک دے۔

پھر آپ ﷺ نے تیسری وصیت فرمائی اور یہ وصیت ہر دو بھائی یا دو دوستوں یا سفر کے دو ساتھیوں کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم دونوں اتفاق سے رہنا اور اختلاف مت کرنا۔“ یعنی تم میں سے ہر دو اشخاص میں سے ایک دوسرے کی اطاعت کرے اور جب تم دونوں میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کو معاملات میں سے کسی

ایک معاملے کا حریص پائے تو وہ اس کی اطاعت کرے، تاکہ یہ چیز (ان دونوں کے درمیان) محبت والفت کی بقانیز آپسی دوستی اور ہم نشینی کے جاری رہنے کا سبب بن جائے۔

اس سے ہمیں ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ: بے شک جو دوست اپنے ساتھیوں کی بات مانتاہے اور حسبِ استطاعت ان کی مخالفت نہیں کرتا تو وہ سنت پر عمل کرتا ہے اور جو شخص کثرت سے اختلاف، لڑائی جھگڑا اور مخالفت کرتا ہے تو ایسا شخص اپنے اس عمل کی وجہ سے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طریقہ سے دوری اختیار کرنے والا ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ[35] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' متفق علیہ

تشریح:

امن و امان اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے اور یہ ضروریاتِ زندگی میں سے ہے۔ بے شک اللہ نے اپنے بندوں پر امن کی نعمت کے ذریعہ احسان جتلایا ہے، چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَـٰذَا الْبَيْتِ الَّذِى أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ﴾[القریش:۳-۴]

ترجمہ: ''پس انھیں چاہیے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں، جس نے انھیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر (اور خوف) میں امن (وامان) دیا۔''

---

(35) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۱۷ پر گزر چکا۔

معاشرہ میں امن کے تحفظ کی خاطر ہی نبی ﷺ نے لوگوں کو ڈرانے، ان کے درمیان رعب پیدا کرنے اور انھیں قتل کی دھمکی دینے کے لیے ہتھیار اٹھانے سے منع فرمایاہے اور اس میں حاکمِ وقت کے خلاف خروج کرنا، اطاعت وفرماں برداری کی عصا کو چاک کرنااور جماعت سے علاحدگی اختیار کرنا بھی شامل ہے۔

حدیث میں وارد نبی کریم ﷺ کے فرمان: ''جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے'' میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص اس نیت سے اپنے ہتھیار کو اٹھاتا ہے تو وہ نبی ﷺ کی (سچی) پیروی کرنے والا نہیں ہوتا ہے، اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ، وَقَالَ : ((إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا، وَلَا تَنْكَأُ عَدُوًّا، وَلَكِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ، وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن مغفّل رضی اللہ عنہ[36] سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے کنکری مارنے سے روکا ہے اور فرمایا کہ: "اس سے نہ تو کوئی شکار ہوتا ہے اور نہ کوئی دشمن شکست ہی کھاتا (یا زخمی ہوتا) ہے۔ البتہ اس سے دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے۔" متفق علیہ

تشریح:

نبی کریم ﷺ لوگوں کو نفع بخش تعلیم دینے کے بہت حریص تھے اور انھیں ہر اس چیز سے ڈراتے تھے، جو ان کے دین اور دنیا کو نقصان پہنچائے۔ اسی خوبی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدح فرمائی ہے۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(36) عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا تعلق مزنیہ قبیلے سے تھا اس لیے یہ مزنی نسبت سے معروف ہوئے، پہلے یہ مدینہ میں رہتے تھے اور پھر مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ والوں کو تعلیم دینے کے لیے جن دس لوگوں کا انتخاب کیا تھا ان میں یہ بھی شامل تھے، 59ھ یا ۶۰ھ میں بصرہ کے اندر وفات پائی۔

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾[التوبہ:۱۲۸]

ترجمہ: ”تمھارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں، جو تمھاری جنس سے ہیں، جن کو تمھاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمھاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق، مہربان ہیں۔“

نیز اسی بات کا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّـهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ [آل عمران:۱۶۴]

ترجمہ : ”بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اُنہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

اس حدیث میں نبی ﷺ نے ایک ایسے کام سے منع فرمایا ہے، جسے بعض لوگ جاہلیت اور آغاز اسلام میں کیا کرتے تھے اور وہ خذف یعنی ہاتھ سے کنکری مارنا ہے۔

آپ ﷺ نے اس ممانعت کے سبب کی وضاحت یہ فرمائی ہے کہ اس کنکری

کے مارنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ نہ تو کوئی شکار کرتا ہے اور نہ دشمن کو شکست ہی دیتا ہے، بلکہ یہ ایسی چیز ہے، جو نقصان پہنچانے کا باعث ہے، اس کے لگنے سے دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ بے کار و برباد ہو جاتی ہے۔

اور یہ ممانعت تمام لوگوں کے لیے عام ہے، خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، لیکن چھوٹے لوگوں کو اس کی یاد دہانی زیادہ ہونی چاہیے، کیوں کہ خذف ان کے درمیان زیادہ ہوتا ہے، اس لیے (اس سلسلے میں)ان کو نصیحت کرنا، ان کی رہنمائی کرنا اور انھیں تعلیم دینا (زیادہ)مناسب ہے۔

غلاموں کے ساتھ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا سلوک

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي : أُفٍّ قَطُّ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ [37] بیان کرتے ہیں کہ "میں نے دس سال تک نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت کی، مگر مجھے کبھی آپ نے اُف تک نہیں کہا۔" متفق علیہ

تشریح:

جس وقت نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ حاضر ہوئیں، ان کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ بھی تھے (وہ اس وقت دس برس کے تھے)، پھر (ان کی والدہ نے) عرض کیا : اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا انس ہے، میں اسے آپ کے پاس اس لیے لائی ہوں تاکہ یہ آپ کی خدمت کرسکے تو اس پر نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان کا استقبال کیا۔

اسی دن سے انس رضی اللہ عنہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے خادم ہوگئے، وہ آپ کی خدمت کرتے اور آپ کی اکثر ضروریات کو پورا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم ہی جدا ہوتے۔

---

(37) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۱۶ پر گزر چکا۔

انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں ہمیں نبی ﷺ کے اخلاق کے بارے میں خبر دیا ہے، انھوں نے ہمارے لیے بیان فرمایا کہ دس سال تک انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت کی اور اس لمبی مدت کے دوران نبی ﷺ سے کوئی سرزنش، ملامت یا ڈانٹ ڈپٹ کا کلمہ نہیں سنا، حتیٰ کہ آپ ﷺ سے کبھی اُف کا کلمہ نہ سنا۔

یہ حدیث اپنے اصحاب کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے عظیم اخلاق پر دلالت کرتی ہے، خواہ وہ صحابۂ کرام چھوٹے ہوں یا بزرگ ہوں، خواہ وہ خادم ہوں یا قوم کے بڑے لوگ ہوں۔

اس حدیث سے ہم کو ایک اہم فائدہ یہ بھی ملتا ہے کہ: ہم اپنے ماتحت نوکروں اور ملازموں کے ساتھ نرمی و ملائمت کا برتاؤ کریں، کیوں کہ وہ ہماری ہی طرح بشر ہیں اور ان کے تئیں ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ان کا احترام کریں، ان کا قدر کریں اور ان کے حقوق کو ادا کریں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [38] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کسی مجلس سے اٹھ جائے اور پھر اس کی طرف واپس آئے تو وہ اس (جگہ) کا زیادہ حق دار ہے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

ہمارا دین ایک کامل دین ہے، اس دین نے ہمارے لیے چھوٹی بڑی ہر اس چیز کی وضاحت کر دی ہے، جو ہماری دنیا اور آخرت کے لیے فائدہ مند ہے۔ اسی میں سے وہ چیز ہے، جسے اس حدیث میں ہمارے لیے بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ مجلس کے آداب میں سے ایک ادب ہے۔

اس ادب سے مراد یہ ہے کہ: انسان جب کسی مجلس میں بیٹھے، پھر وہاں سے اٹھ جائے اور پھر اس کی طرف واپس آجائے تو وہ اس (جگہ) کا زیادہ حق دار ہے، لہذا کسی دوسرے

---

(38) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

کے لیے اس کی جگہ لینا درست نہیں ہے۔ پس جب وہ واپس آگیا تو وہ لوگوں میں اپنی اس مجلس کا زیادہ حق دار ہے، جہاں سے اٹھ کر گیا تھا۔ اور اس میں ہر وہ جگہ داخل ہے، جہاں لوگ بیٹھتے ہیں۔ جیسے عوامی بیٹھکیں، مسجدیں، علمی حلقات اور کلاسز وغیرہ۔

جب انسان کسی مجلس سے اٹھ جائے اور تھوڑی دیر بعد اس کی طرف واپس آجائے، تو وہ اس کا زیادہ مستحق اور حق دار ہے۔ اور اگر مجلس سے اٹھ جائے اور وہ اس کی طرف کافی دیر بعد واپس آئے تو وہ اس کا زیادہ حق نہیں رکھتا۔ مثلاً کوئی شخص ظہر کے بعد مجلس سے اٹھ جائے اور پھر وہاں عصر کے بعد یا مغرب کے بعد یا آئندہ روز واپس آئے تو ایسا شخص اس مجلس کا مستحق نہیں ہے اور نہ اس کا حق دار ہے۔

واضح رہے کہ بہت سارے جھگڑے (خاص طور سے نوجوانوں کے درمیان) مجالس کی وجہ سے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنی مجلسوں میں شرعی آداب کو بجالائیں تو ہماری محبتیں دوبالا ہو جائیں گی اور ہمارے اختلافات کم ہو جائیں گے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ : إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[39] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں: جب تم کسی سے ملاقات کرو تو اسے سلام کہو۔ اور جب تمھیں کوئی دعوت دے تو اسے قبول کرو۔ اور جب تم سے کوئی خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کرو۔ اور جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب دو۔ اور جب کوئی بیمار ہو تو تم اس کی تیمارداری کرو۔ اور جب وہ مر جائے تو اس کے (جنازہ کی) اتباع کرو۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر بہت سارے حقوق ہیں، ان میں سے اہم ترین حقوق اس حدیث کے مطابق مندرجہ ذیل چھ ہیں:

---

(39) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

پہلا حق: سلام کہنا۔ جب تم اپنے بھائی سے ملاقات کرو تو اسے سلام کہو اور جب وہ تم کو سلام کہے تو تم اس کے سلام کا جواب دو۔

دوسرا حق: دعوت کا قبول کرنا۔ جب تم کو کوئی دعوت دے تو اس کی دعوت پر لبیک کہو، خاص کر جب وہ تمھیں شادی کے ولیمہ کی دعوت دے، کیوں کہ اس کا قبول کرنا زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

تیسرا حق: نصیحت اور خیر خواہی کرنا۔ جب تمھارا بھائی تم سے کوئی نصیحت اور خیر خواہی طلب کرے یا کسی چیز کے بارے میں کوئی مشورہ طلب کرے تو اسے سچی اور خالص نصیحت کرو۔

چوتھا حق: چھینک کا جواب دینا۔ جب تمہارے بھائی کو چھینک آئے اور وہ اس پر "الْحَمْدُلله" (ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے) کہے تو تم اس پر "يَرْحَمُكَ الله" (اللہ آپ پر رحم فرمائے) کے ذریعہ جواب دو۔ اور جب تم اسے "يَرْحَمُكَ الله" کہو تو اسے تمھارے لیے: "يَهْدِيْكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" (اللہ آپ کو ہدایت دے اور آپ کے احوال درست فرمادے) کہنا چاہیے۔

پانچواں حق: عیادت وتیمارداری کرنا۔ جب تمھارا مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو تم اس کی زیارت کرو اور یہ جان لو کہ تمھاری زیارت سے اس کے دل پر بہت بڑا اثر ہو گا اور اس پر تمھیں اللہ کے یہاں عظیم اجر ملے گا۔

چھٹا حق: اس کے جنازہ کی پیروی کرنا۔ کیوں کہ مسلمان کے حقوق دوسرے مسلمان پر موت کے بعد تک جاری رہتے ہیں۔ پس جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ کے پیچھے چلو، یعنی اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لے جاؤ اور پھر اسے دفنانے کے لیے قبرستان جاؤ۔ اس میں بہت ثواب ہے، اس میں میت کے حق میں نیک دعا کی جاتی ہے اور زندہ شخص کو (بھی اس کی وجہ سے) بہت ثواب حاصل ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ)) قَالُوا : وَمَا حَقُّهُ؟ قَالَ : ((غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ[40] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "راستہ کا حق دو۔" لوگوں نے کہا: اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نگاہ پست رکھنا، تکلیف دینے سے دوری اختیار کرنا، سلام کا جواب دینا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔" متفق علیہ

تشریح:

عہد نبوی ﷺ میں لوگ راستوں کے کناروں پر بیٹھ کر ایک دوسرے سے گفتگو کیا کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے اُنسیت حاصل کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا:

(40) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۵۴ پر گزر چکا۔

تم راستے میں نہ بیٹھا کرو، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بیٹھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، یعنی ہم کو ان مجالس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: (اگر تم بیٹھنا ہی چاہتے ہو) تو تم راستہ کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے کہا: راستہ کا کیا حق ہے؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے انھیں راستہ کے ان چار حقوق کے بارے میں بتلایا:

پہلا حق: نگاہ نیچی رکھنا۔ پس جو شخص راستہ میں بیٹھے اور وہ کوئی کھلا گھر دیکھے تو اس کی طرف نگاہ نہ ڈالے۔ اسی طرح اگر کوئی راستہ میں کسی عورت کو دیکھے تو اس سے اپنی نگاہ نیچی کرلے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا۟ مِنْ أَبْصَٰرِهِمْ﴾[النور:۳۰]

ترجمہ: ”مسلمان مردوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔“

دوسرا حق: تکلیف دینے سے باز رہنا۔ اس طرح کہ راستہ کو تنگ نہ کیا جائے اور نہ ہی اس میں کوڑا کرکٹ اور گندگی وغیرہ پھینکی جائیں کہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔

تیسرا حق: سلام کا جواب دینا۔ جب کوئی سلام کہے تو بیٹھنے والوں پر سلام کا جواب دینا ضروری ہے، اس لیے کہ سلام کرنا سنت ہے، لیکن اس کا جواب دینا واجب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا۟ بِأَحْسَنَ مِنْهَآ أَوْ رُدُّوهَآ﴾[النساء:۸٦]

ترجمہ: ”اور جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا انہی الفاظ کو لوٹا دو۔“

چوتھا حق: بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اس بات پر تعریف فرمائی ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَـٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبہ:۷۱]

ترجمہ: ”مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکاۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا، بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔“

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما[41] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس مسلمان کے پاس کوئی وصیت کی چیز ہو، اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دو راتیں گزار دے، مگر یہ کہ وہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو۔“ متفق علیہ

تشریح:

یہ حدیث ان لوگوں کے لیے وصیت کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے، جن کے پاس وصیت کرنے کی کوئی چیز موجود ہو۔ اگر انسان پر کوئی قرض ہے یا اس نے زکاۃ نہیں نکالی ہے یا اس کے پاس کوئی امانت یا ودیعت یا دیگر حقوق ہیں تو ایسے شخص کے حق میں وصیت کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس پر کوئی حق نہیں ہے تو اس پر وصیت کرنا واجب نہیں ہے، مگر اس کے لیے ایسا کرنا مستحب ہے، اس طرح کہ وہ احسان اور بھلائی کے کاموں میں اپنے تہائی یا اس سے کم مال کی وصیت کرے۔

---

(41) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۱۳ پر گزر چکا۔

یہاں یہ تنبیہ کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ: وصیت چھوٹی چیزوں میں بھی ہوتی ہے، جیسے کسی شخص نے معمولی مبلغ قرض لیا یا کوئی سامان خریدا اور اس کی قیمت بعد میں ادا کرنے کی نیت کی۔ اور اسی طرح لوگوں کی زندگی میں بار بار پیش آنے والے روز مرہ کے احوال وکیفیات وغیرہ کی وصیت کرنا۔

اسی طرح اس بات پر بھی متنبہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ: وصیت کا کوئی مخصوص صیغہ اور کلمہ نہیں ہے، البتہ وصیت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی وصیت واضح اور قابل فہم انداز میں لکھے، خواہ اسے پیپر پر لکھے یا بذریعہ ایمیل یا فون میسج کے ذریعہ لکھے یا بغیر لکھے زبانی ہی کہہ دے۔ یہ سب طریقے درست ہیں اور ان شاء اللہ یہ سب صورتیں کافی ہوں گی۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما[42] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ نے تمھیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، جو شخص قسم کھانا چاہے تو وہ (صرف) اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔“ متفق علیہ

تشریح:

اسلام کے آغاز میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم زمانۂ جاہلیت کی عادت کے مطابق غیر اللہ کی قسمیں کھایا کرتے تھے، چناں چہ وہ اپنے باپوں اور ماؤوں کی قسمیں کھاتے اور شرف و امانت وغیرہ کی قسمیں کھاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرما دیا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے، جنھوں نے اس ممانعت کو سنا اور فوراً ہی اس حکم کی تعمیل کی اور پھر ان کی زبان پر کبھی بھی غیر اللہ کی قسم جاری نہیں ہوئی۔

(42) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۱۳ پر گزر چکا۔

راویٔ حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اللہ کی قسم! جب سے میں نے نبی ﷺ کو اس (غیر اللہ کی قسم) سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے کبھی اس کے ذریعہ قسم نہیں کھایا۔“

مسلمان شخص پر یہی بات واجب ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو کسی تردّد، ٹال مٹول اور کمزوری کے بغیر پورے عزم واعتماد اور یقین کے ساتھ بجالائے۔

موجودہ زمانہ میں غیر اللہ کی قسم کھانے کے مظاہر میں سے بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی ہے: تیری زندگی کی قسم، نبی کی قسم، کعبہ کی قسم وغیرہ۔ اور یہ سب حرام قسم کی صورتیں ہیں، بلکہ یہ شرک باللہ ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا: نہیں، اور کعبہ کی قسم! تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“ اسے احمد، ابو داؤد، اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : ((مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِلَّا تَرَكَهُ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [43] بیان کرتے ہیں کہ: ''نبی ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا، اگر خواہش ہوئی تو کھایا ورنہ اسے چھوڑ دیا۔'' متفق علیہ

تشریح:

نبی کریم ﷺ بہتر اخلاق والے تھے اور آپ کے اچھے اخلاق ہی کا یہ مظہر ہے کہ اچھی وپاکیزہ بات کو پسند فرماتے تھے اور نفرت آمیز اور گھٹیا بات کو ناپسند کرتے تھے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کے آداب میں سے ایک ادب کا تذکرہ ہے اور وہ یہ کہ آپ ﷺ کے سامنے جب کوئی کھانا پیش کیا جاتا تو آپ کبھی اس میں عیب نہ نکالتے اور یہ نہ کہتے کہ: یہ ٹھنڈا کھانا ہے یا بے کار کھانا ہے یا پکا نہیں ہے یا اچھا نہیں ہے یا اس میں نمک کم ہے اور اس طرح کی دیگر عیوب کی قسمیں، بلکہ آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ اور آپ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ: اگر آپ کو کھانے کی چاہت

---

(43) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

اور رغبت ہوتی تو اسے تناول فرماتے اور اگر اس کی رغبت نہ ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے اور اس میں عیب نہ نکالتے۔

اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم نبی ﷺ کی پیروی کریں اور کسی بھی طرح کے کھانے میں کبھی عیب نہ لگائیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کریں، اس کی حمد و ثنا بیان کریں اور صرف اچھی بات اور پاکیزہ گفتگو ہی کریں۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ : ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا، وَأَحْسَنَهُمْ خَلْقًا، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ[44] بیان کرتے ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں چہرہ مہرہ کے اعتبار سے سب سے خوب صورت اور (بقیہ جسمانی ساخت) کے اعتبار سے سب سے حسین و جمیل تھے، آپ نہ بہت لمبے تھے اور نہ ناٹے (قد) کے تھے۔“ متفق علیہ

تشریح:

بے شک نبی ﷺ لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے، چناں چہ اس بابت اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [القلم:۴]

ترجمہ: ”بے شک (آپ ﷺ) اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں۔“

---

(44) براء بن عازب بن حارث بن عدی رضی اللہ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں، ان کی کنیت ابو عمارہ ہے، قبیلۂ اوس سے ان کا تعلق تھا، ان کے والد عازب رضی اللہ عنہ بھی شرفِ صحابیت سے بہرہ ور ہیں، غزوۂ بدر کے بعد کی جنگوں میں شریک ہوئے، کوفہ کے اندر ۷۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

آپ ﷺ اخلاق خوب صورتی کے ساتھ ساتھ خِلقت اور بناوٹ کے اعتبار سے بھی خوب صورت تھے یعنی شکل وبناوٹ کے اعتبار سے بھی بہت حسین و جمیل تھے۔ اور اسی خوب صورتی اور خوب سیرتی کے بارے میں جلیل القدر صحابی سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں چہرہ مہرہ کے اعتبار سے سب سے خوب صورت اور (بقیہ جسمانی ساخت) کے اعتبار سے سب سے حسین و جمیل تھے ۔“

آپ ﷺ میانہ قد کے تھے، نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ بہت ہی چھوٹے تھے۔

ایک (دوسری) روایت میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

”آپ ﷺ میانہ قد کے تھے، آپ کے دونوں شانوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا (یعنی آپ کا سینہ بہت کشادہ اور کھلا ہوا تھا)، آپ ﷺ کی زلفیں کانوں کی لو تک نیچے لٹکتی رہتیں، میں نے سرخ جوڑے میں آپ ﷺ سے زیادہ حسین کسی اور چیز کو نہیں دیکھا۔“

امام بخاری و مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ روشن رنگت والے تھے“ یعنی سفید اور گورے رنگ والے تھے، ایسی سفیدی جو سرخی مائل تھی۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

”رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس قدر سفید تھے کہ گویا آپ موتی سے ڈھالے گئے ہوں۔“

نیز سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

”میں نے رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ایک روشن چاندنی رات میں دیکھا، پھر میں نے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف اور چاند کی طرف دیکھنا شروع کیا اور میں نے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو چاند سے زیادہ حسین و جمیل پایا۔“

اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کے خاندان پر اور آپ کے اصحاب پر بہت زیادہ رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : ((عَائِشَةُ)) قُلْتُ : مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: ((أَبُوهَا)) قُلْتُ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : ((ثُمَّ عُمَرُ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ [45] سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ: میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا: "آپ کے نزدیک سب سے محبوب کون ہے؟ فرمایا: "عائشہ" میں نے کہا: مردوں میں کون ہے؟ فرمایا: "ان کے ابا" میں نے کہا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "پھر عمر ہیں۔" متفق علیہ

تشریح:

(45) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مشہور جلیل القدر قریشی صحابی ہیں، ان کا سلسلۂ نسب کعب بن لوی پر پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب پر جا ملتا ہے، ان کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو محمد ہے اور ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت نابغہ ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انھیں غزوۂ ذات السلاسل کی امارت سونپی تھی، انھیں کے ہاتھوں پر اللہ کے حکم سے مصر فتح ہوئی، ان سے کئی حدیثیں مروی ہیں، ان کی وفات مصر میں ہوئی مگر تاریخِ وفات کے سلسلے میں بڑا اختلاف ہے۔ ۴۲ھ / ۴۳ھ / ۵۱ھ / ۵۸ھ / ۶۱ھ / اور ۶۲ھ کہی گئی ہے۔

جلیل القدر صحابی سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ، نبی ﷺ کے مشہوراور کبار صحابہ میں سے تھے۔ اس حدیث میں عمروبن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب سے محبوب کون سی شخصیت ہے؟ تو نبی ﷺ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک سب سے محبوب: میری بیوی عائشہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ پھر عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) نے کہا: مردوں میں آپ (ﷺ) کے نزدیک سب سے محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے باپ، یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ پھر عمروبن عاص نے عرض کیا: پھر کون ہے اے اللہ کے رسول!؟ نبی ﷺ نے فرمایا: عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

یہ تینوں صحابۂ کرام عائشہ، ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے نزدیک سب سے محبوب تھے۔

یہاں اس بات کا جاننا مناسب ہو گا کہ: اہل سنت و جماعت اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ خلفائے اربعہ صحابہ میں سب سے بہتر ہیں اور افضلیت میں ان کی ترتیب، ان کی خلافت کی ترتیب کی طرح ہے۔ ان میں سب سے افضل ابو بکر صدیق، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان، پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔

مطلق طور پر یہ لوگ امّتِ محمد ﷺ کے سب سے افضل لوگ ہیں، ان کے متعلق اور دیگر صحابہ کرام کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے:

ہم ان سے محبت کرتے ہیں، ان کی قدر و تعظیم کرتے ہیں، ان کا احترام کرتے ہیں، ان پر ترضی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو اوران کو خوش رکھے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ أَكْثَرُ دَعْوَةٍ يَدْعُو بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ)) متفق عليه.

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ[46] فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی اکثر دعا یہ ہوا کرتی تھی: "اے میرے اللہ! ہمیں دینا اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔" متفق علیہ

تشریح:

دعا عظیم ترین نیک اعمال میں سے ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی توحید کی دلیل ہے۔ اور اس کی رحمت ومغفرت اوراس کی خوش نودی کا سبب ہے۔ اور اس کی محبت اور اس کے قبول وعطا کا ذریعہ ہے۔

یقیناً نبی ﷺ کثرت سے دعا کیا کرتے تھے، سنت کی کتابوں میں آپ کی دعائیں پھیلی ہوئی ہیں، سنت کی اُنہی کتابوں میں سے کتبِ ستہ ہیں اور وہ یہ ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داوٗد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ۔

---

(46) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص۱۶ پر گزر چکا۔

نبی ﷺ کی دعائیں بہت زیادہ ہیں، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ اس دعا کو کثرت سے کیا کرتے تھے: ”اے میرے اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“ ایسا اس لیے ہے کہ یہ ایسی عظیم قرآنی دعا ہے، جو دنیا اور آخرت کی بھلائی کی جامع ہے۔

شیخ عبد الرحمن سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”دنیا میں مطلوب بھلائی کے اندر ہر وہ چیز داخل ہے، جس کا وقوع انسان کے نزدیک بہتر ہوتا ہے۔ جیسے کشادہ، خوش گوار اور حلال رزق، نیک بیوی، آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی اولاد، راحت اور نیک بختی، نفع بخش علم، نیک عمل اور دیگر محبوب مطالبات۔

اور اُخروی بھلائی سے مراد: قبر و موقف اور جہنم کی سزاؤں سے حفاظت وسلامتی، رضائے الٰہی کا حصول، ہمیشہ رہنے والی نعمت (جنت) سے سرفرازی اور انتہائی مہربان رب کی قربت ونزدیکی کا حصول ہے۔

اس لیے یہ دعا سب سے جامع دعا بن گئی اور ترجیح کا مستحق ٹھہری اور یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس دعا کو کثرت سے کیا کرتے تھے اور اس کی ترغیب دیتے تھے۔“
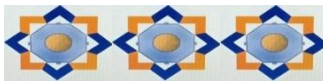
میّت کے لیے نفع بخش اعمال

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ : صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[47] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ تمام اعمال (کے ثواب کا سلسلہ) اس سے منقطع ہو جاتا ہے: صدقہ جاریہ، نفع بخش علم، نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔“ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ایسے اعمال بجالائیں، جو اللہ کی رحمت سے انھیں قریب کرے اور اس کی ناراضی و سزا سے انھیں نجات دے۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا (ثواب) منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین چیزیں ایسی ہیں، جن کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے:

---

(47) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۱ پر گزر چکا۔

پہلا کام: انسان اپنی زندگی میں صدقۂ جاریہ کا کوئی کام کر جائے۔ جیسے اپنی زندگی میں کوئی کنواں کھدوادے اور اس کنویں کا استعمال اس کی موت کے بعد جاری رہے تو جب بھی اس کنویں سے کوئی شخص فائدہ اٹھائے گا، اس کے کھودنے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، اگرچہ وہ قبر میں ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح مساجد، ہاسپٹلز اور مدارس کی تعمیر کروانا، بطور صدقہ قرآن کریم کے نسخے بانٹنا اور دیگر صدقات جاریہ کے کام انجام دینا وغیرہ۔

دوسرا کام: ایسا علم جس سے لوگ فائدہ حاصل کریں، پس جس نے کسی قوم کو علم سکھلایا اور ان کو وعظ وہدایت کی باتیں بتائیں یا کوئی کتاب تالیف کی یا اس کی طباعت و تقسیم میں شریک ہوا یا کسی نفع بخش علم کو پھیلایا تو اس کا ثواب اس کی زندگی میں بھی جاری ہوگا اور اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا۔

تیسرا کام: نیک اولاد (لڑکے ہوں یا لڑکیاں) چھوڑ جانا، جب آدمی اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے یا عورت اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتی ہے تو اِن (اولاد) کے تمام اعمال صالحہ کا ثواب اُن لوگوں کے میزان حسنات میں پہنچتے ہیں، جو ان کی تربیت کرتے ہیں۔ اسی طرح جب نیک بچہ اپنے والدین کے لیے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دونوں کا اجر وثواب اور فضل جاری رہتا ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ)) رواه مسلم.

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ[48] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بندہ اسی (حالت) پر اٹھایا جاتا ہے، جس پر اس کی موت ہوتی ہے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح:

اس حدیث میں حُسنِ خاتمہ کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ یہ ایسے اہم امور میں سے ہے، جس کا اہتمام نبی ﷺ کے صحابہ کے عہد سے لے کے آج تک نیک اور صالح لوگ کرتے رہے ہیں۔

حُسنِ خاتمہ کا مفہوم: انسان اپنی زندگی اس حال پر ختم کرے کہ وہ ایمان، بھلائی اور عمل صالح پر کاربند رہا ہو۔

اس حدیث میں ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ انسان جس حالت میں انتقال کرتا ہے وہ اسی حالت میں روزِ قیامت اٹھایا جائے گا، جو شخص حج یا عمرہ

(48) آپ رضی اللہ عنہ کا تعارف ص ۲۳ پر گزر چکا۔

میں تلبیہ کہتے ہوئے فوت ہوا وہ روزِ قیامت تلبیہ کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا اور جو شخص اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فوت ہوا وہ روزِ قیامت اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا اور جو شخص کوئی برائی کرتے ہوئے فوت ہوا تو وہ روزِ قیامت برائی کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت کے خواست گار ہیں۔

اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم برے اعمال کے ارتکاب سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور اعمالِ صالحہ سے اپنے اوقات کو معمور کریں تا کہ ہمارا خاتمہ اچھائی پر ہو اور جب ہم روزِ قیامت اٹھائے جائیں تو اللہ کی رحمت، اس کی مغفرت اور اس کی خوش نودی کے سایے میں ہوں۔

خاتمہ کتاب

میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں، ہر قسم کی بھلائی پر اس کا ثنا خواں اور اس کی بخشش کا طلب گار ہوں۔ میں اپنے لیے اور ہر اس شخص کے لیے جو میرے ان کلمات کو پڑھے عفو و درگذر، رحمت اور رضائے (الٰہی) کا سوال کرتا ہوں۔

کتاب کے خاتمہ پر درج ذیل سطور میں چند اشارات قلم بند کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

1. یہ کتاب چھوٹے اور بڑے (سب) کے لیے مناسب ہے، اس میں یا تو کوئی آیت یا حدیث ہے یا اہلِ علم کی کتابوں سے مستفاد لفظی یا معنوی ہدایت ہے۔
2. ان چھوٹی احادیث کا انتخاب اس لیے زیر عمل آیا تاکہ اِنھیں یاد کرنا آسان ہو اور مختلف موضوعات کو اس لیے اختیار کیا گیا تاکہ ان کا فائدہ زیادہ ہو۔
3. میں نے کتاب کے آخر میں احادیث کو مکمل طور سے سلسلہ وار ذکر کر دیا ہے تاکہ حفظ و مراجعہ میں زیادہ آسان و مددگار ہو۔
4. دراصل میں نے اس "اربعین وِلدانیہ" کو چھوٹے بچوں کو یاد کرنے کے لیے تیار کیا ہے، اس لیے میں اس کو حفظ و ضبط کرنے کی خاطر گھروں میں، مدرسوں اور انجمنوں وغیرہ میں مسابقات اور پروگرام رکھے جانے کی نصیحت کرتا ہوں۔

5 میں والدین، اساتذہ اور استانیوں کو اپنے بچوں اور بچیوں کے ساتھ اس کتاب کوپڑھنے کی ترغیب دیتا ہوں تاکہ ان احادیث کے یاد کرنے سے پہلے ان کی زبانوں کی اصلاح ہو سکے اور وہ ان احادیث سے حاصل ہونے والے اسلامی آداب کو سیکھ سکیں۔

6 میں نے ان احادیث کی شرح میں بہت سارے معانی، فوائد اور ہدایات ذکر کی ہیں، مگر اس سے زیادہ معانی، فوائد اور ہدایات رہ گئی ہیں، اسی لیے میں بچوں اور بچیوں سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ بذات خود یا کسی دوسرے کے ساتھ مل کر ان (معانی وفوائد وغیرہ) کا استنباط واستخراج کرکے انھیں مکمل کریں اور ان فوائد کو قلم بند کرلیں تاکہ خود مستفید ہوں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکیں۔

میں اللہ ہی سے توفیق کا طالب ہوں، رحمت وسلامتی اور برکتیں نازل ہوں ہمارے نبی محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر۔

احادیث اربعین ولدانیہ کا مکمل متن

١ - عَنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) متفق عليه.

٢ - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ، قَالَ : ((الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ)) متفق عليه.

٣ - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)) متفق عليه.

٤ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)) متفق عليه.

٥ – عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ)) رواه مسلم.

٦ – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ : ((الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا)) قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : ((ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) متفق عليه.

٧ – عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، فَصَلَّاهَا مَعَ الْجَمَاعَةِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ)) رواه مسلم.

٨ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) متفق عليه.

٩ – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) رواه مسلم.

١٠ – عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) رواه البخاري.

١١ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ : سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ)) متفق عليه.

١٢ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ : بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ)) متفق عليه.

١٣ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ)) رواه مسلم.

١٤ – عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ)) متفق عليه.

١٥ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : يَا ابْنَ آدَمَ، أَنْفِقْ؛ أُنْفِقْ عَلَيْكَ)) متفق عليه.

١٦ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ، وَلَا

أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ)) متفق عليه.

١٧ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ)) رواه مسلم.

١٨ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ)) رواه مسلم.

١٩ - عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَيْدًا، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَقْبَلْهُ مِنْهُ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي وَجْهِهِ مِنَ الْحُزْنِ، قَالَ : ((إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ)) متفق عليه.

٢٠ - عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ)) متفق عليه.

٢١ – عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ)) متفق عليه.

٢٢ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : كَانَ لِرَجُلٍ على رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، فَجَاءَ يَتَقَاضَاهُ وَأَغْلَظَ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((دَعُوهُ ؛ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا)) متفق عليه.

٢٣ – عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللَّهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ، أَوْ يَضَعْ عَنْهُ)) رواه مسلم.

٢٤ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)) رواه مسلم.

٢٥ – عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ النَّارَ،

وَحرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ : ((وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ)) رواه مسلم.

٢٦ - عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، وَقَالَ لَهُمَا : ((يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا)) متفق عليه.

٢٧ - عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)) متفق عليه.

٢٨ - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ، وَقَالَ : ((إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا، وَلَا تَنْكَأُ عَدُوًّا، وَلَكِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ، وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ)) متفق عليه.

٢٩ - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي : أُفٍّ قَطُّ)) متفق عليه.

٣٠ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ)) رواه مسلم.

٣١ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ : إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ)) رواه مسلم.

٣٢ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ)) قَالُوا : وَمَا حَقُّهُ؟ قَالَ : ((غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ)) متفق عليه.

٣٣ - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ)) متفق عليه.

٣٤ - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ)) متفق عليه.

٣٥ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : ((مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِلَّا تَرَكَهُ)) متفق عليه.

٣٦- عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ : ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا، وَأَحْسَنَهُمْ خَلْقًا، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ)) متفق عليه.

٣٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : ((عَائِشَةُ)) قُلْتُ : مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ : ((أَبُوهَا)) قُلْتُ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : ((ثُمَّ عُمَرُ)) متفق عليه.

٣٨- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ أَكْثَرُ دَعْوَةٍ يَدْعُو بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ)) متفق عليه.

٣٩- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ : صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ)) رواه مسلم.

٤٠- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ)) رواه مسلم.

فہرست کتاب

نوٹ: کتاب" احادیث اربعین ولدانیہ" کے عربی نسخہ کو آڈیوز، ویڈیوز اور تحریری شکل میں دیکھنے، سننے اور پڑھنے کے لیے درج ذیل لنک پر کلک کریں:

https://drive.google.com/file/d/1NEnlAX3Fc1Ol50fPnNE9GcW9Drp4-Bh8/view